بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

شمارہ نمبر:۹

فروری ۲۰۲۳ء

مجلّہ پشاور

راہِ ہدایت

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر:03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد　　یااللہ مدد　　عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ　　پشاور

راہِ ہدایت

بیاد

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

زیرسرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی الحنفی صاحب حفظہ اللہ

محقق اہل سنت حضرت مولانا مفتی رب نواز حنفی حفظہ اللہ تعالیٰ

مناظر اسلام مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع حفظہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا محمد محسن طارق الماتریدی حفظہ اللہ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

مدیراعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

فہرست مضامین

نوٹ: گزشتہ شماروں کی پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لئے 03428970409 پر واٹس ایپ کیجئے۔

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

ذوقِ مطالعہ اور شوقِ علم

کہیں پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم کے کتب میں پڑھا تھا کہ ایک مرتبہ جب امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو وقت کے حاکم نے قید کردیا۔ چند دن گزرے تو ایک نوجوان حاکم وقت کے دربار میں آیا۔ اور وہ زار وقطار رو رہا تھا۔ جس نے بھی اس کے چہرے کو دیکھا اس نے چہرے پر علم کا نور محسوس کیا۔ وہاں جتنے بھی لوگ موجود تھے ان کا جی چاہا کہ یہ نوجوان جو سوال بھی لے کر آیا ہے پورا کردیا جائے، حاکم وقت نے اس نوجوان سے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ تو جواباً اس نوجوان نے روتے ہوئے کہا کہ میرا یہ درخواست ہے کہ مجھے جیل بھیج دیا جائے۔ حاکم وقت بڑا حیران ہوا اور اس نے نوجوان سے سوال کیا کہ آپ کو کیوں جیل بھیجیں؟

نوجوان نے جواب دیا! آپ نے میرے استاد کو جیل میں بھیجا ہوا ہے جس کی وجہ سے کئی دنوں سے میرے سبق میں ناغہ ہو رہا ہے، اگر آپ مجھے جیل میں بھیجیں گے تو جیل کی صعوبتیں اور مشقتیں تو برداشت کرلوں گا مگر اپنے استاد سے سبق پڑھ لوں گا اور میرے سبق میں ناغہ نہیں ہوگا۔

اللہ اکبر کبیرا۔۔ یہی ہمارے اسلاف اور اکابر کی زندگیاں تھیں جو کتاب، مطالعہ اور سبق میں فناء تھے۔ آج کل طلباء کا کتاب، سبق اور مطالعہ کے ساتھ وابستگی کم ہوتی جارہی ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے فضلاء کو درسی کتب کے علاوہ بہت کم پتہ ہوتا ہے کہ فلاں کتاب کا تعلق کس فن سے ہے۔

میں اپنا ایک واقعہ آپ حضرات کے گوش گزار کروں، پتہ نہیں آپ حضرات اس کو سچ کہیں گے یا جھوٹ لیکن واللہ یہ ایک حقیقت پر مبنی بات ہے۔ بندہ عاجز جب درجہ سادسہ میں تھا ہمارے استاد کے ہاں ایک مفتی صاحب تشریف لائے (استاد صاحب اور مفتی صاحب کا نام نہیں لے رہا) اور کہا کہ ہمارے ہاں یہ مسئلہ آیا کہ ہمارے علاقے میں بریلویوں نے اکابر دیوبند پر کفر کے فتوے لگائے ہیں استاجی نے بندہ عاجز کو کہا کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھیے پیرڈ کے بعد میں اس کے ساتھ بیٹھ کر مسئلہ سمجھاؤں گا۔ تو بندہ نے اس مفتی صاحب کو کہا کہ یہ باتیں بریلویوں نے جھوٹ گھڑے ہیں۔ حسام الحرمین کے نام سے ایک جھوٹا کتاب چھپواتے ہیں اسی میں موجود ہے اور ان باتوں کے متعلق آپ المہند علی المفند کا مطالعہ کریں۔ واللہ العظیم مفتی صاحب نے کہا کہ یہ کتاب کس نے

لکھا ہے اور کہاں سے ملے گا۔ اب آپ حضرات اندازہ لگائیں کہ ہو بھی مفتی اور صاحب تدریس مفتی اور ان کو یہ پتہ نہ ہو کہ المہند کس نے لکھا ہے اور کس موضوع پہ لکھا گیا ہے۔ یہ ہمارے زوال کا سبب نہیں؟ یہ ہمارے علم اور مطالعے کا ذوق بتا رہی ہے، ایک ہمارے اکابر تھے اللہ اکبر،

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ نے تراشے میں محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جس کا تعلق ذوق علم اور شوق مطالعہ سے ہے اس لیے نذر قارئین کرتا ہوں۔

علامہ انوری لایل پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مقدمہ بہاولپور میں قادیانی شاہد نے حضرت کشمیری رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ آپ نے کہا کہ ہمارا دین تواتر سے ثابت ہے اور تواتر کی چار قسمیں ہے کسی ایک کے انکار سے بندہ کافر ہو جاتا ہے لہٰذا آپ کفر کا فتوی امام رازی رحمہ اللہ پر لگائیں کیونکہ فواتح الرحموت میں علامہ بہاری نے لکھا ہے کہ امام رازی رحمہ اللہ تواتر معنوی کا منکر تھا۔ علامہ انوری فرماتے ہیں کہ اتفاق سے اس وقت فواتح الرحموت ہمارے پاس نہیں تھی۔ لیکن علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے برجستہ کہا کہ "جج صاحب قادیانی مبلغ نے دھوکہ سے کام لیا ہے یہ کتاب میں نے آج سے بتیس سال قبل مطالعہ کیا ہے امام رازی رحمہ اللہ تواتر معنوی کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث* **لاتجتمع امتی علی الضلالۃ** * درجہ تواتر کو نہیں پہنچا۔ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اگر بات غلط ہو میں شکست لکھ کر دیتا ہوں۔ جب جج صاحب نے قادیانی سے کتاب لیا اور دیکھ لیا تو بات حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی ٹھیک تھی۔

(تراشے 111 مفہوما)

اللہ اکبر 32 سال قبل کا مطالعہ یاد تھا۔ اس کی وجہ کہ ہمارے اکابر کا کتابوں کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا۔ اور حضرت کشمیری کا مرض الوفات میں یہ جملہ کہنا کہ " مطالعہ بھی ایک روگ ہے اس کے ساتھ کیا کروں" تو شاید ہر کسی کے نظر سے گزرا ہوا ہو۔

ہمارے آج کے دور میں کتب بینی ختم اور اس کی جگہ موبائل نے لیا ہے۔ دوسری اہم بات کتابوں کا ذخیرہ جمع نہ کرنا یہ بھی علم، مطالعہ کے زوال کا سبب ہے پیسوں پر مہنگے مہنگے موبائل اور پیکجز کرتے ہیں لیکن کتاب خریدنے کا ذوق کم ہوتا جارہا ہے ـــ پہلے زمانے میں کتابوں کا لینا یا ذخیرہ اندوزی پر پیسے لگانا یہ ایک شوق ہوتا تھا۔ مفسر قرآن صوفی عبدالحمید سواتی رح نے ایک عجیب بات تحریر فرمائی ہے لکھتے ہیں کہ

"علم ادب کی سب سے پرانی کتاب کلیلہ ودمنہ ہے۔ دراصل یہ کتاب تبتی زبان کی تصنیف ہے،

وہاں سے یہ کتاب سنسکرت زبان میں منتقل ہوئی پھر ایران کے کسری نے برزویہ نامی ایک فاضل عالم کو بڑا مال و دولت دے کر ہندوستان بھیجا تاکہ وہ کسی طرح یہ کتاب حاصل کرے۔ کہتے ہیں کہ کسری نے سونے کے بیس خچر لا کر دیے تھے اور کچھ آدمی بھی ساتھ بھیجے تھے۔ بہر حال وہ شخص کئی سال تک ہندوستان میں مقیم رہا اور بالآخر کلیلہ و دمنہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، اس نے کتاب کو نقل کیا اور پھر واپس جاکر اسے فارسی زبان میں منتقل کیا، کہتے ہیں کہ جب وہ شخص واپس ایران پہنچا تو کسری نے پرتپاک خیر مقدم کیا، اس کے اس علمی کارنامے کے صلہ میں اسے تخت پر بٹھایا اور اس کے سر پہ تاج رکھا__

پھر منشی **عبد اللہ ابن مقفع** نے بنی امیہ یا بنی عباس کے دور میں اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا۔"

(معالم العرفان 14/363)

ایک کتاب کے حصول کے لیے کسری نے بیس خچر سونے کے دیے تاکہ کسی طریقے سے یہ کتاب میرے ہاں آجایے۔ کتاب بھی علم ادب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ فلہذا خدارا اپنے علم کے ساتھ دوستی شروع کریں کتابوں کا مطالعہ، جمع کرنا، کتابوں پہ پیسے لگانا، تصنیف و تالیف کا ذوق بڑھانا۔ اس کے ساتھ دلچسپی پیدا کریں۔

خوش خبری:

مجلہ راہِ ہدایت میں **تبصرہ کتب** کے عنوان پر بھی سلسلہ شروع کیا گیا ہے، لہذا احباب تبصرے کیلئے بھی کتب بھیج سکتے ہیں۔

نوٹ: تبصرہ کے لیے دو عدد کتابیں بھیجنا لازمی ہے۔

مضمون نگاروں سے ایک ضروری گزارش

مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ میں شائع نہیں ہوں گے۔

نوٹ:

ہمارا مجلہ چونکہ خالص **مسلکی** ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔ اس شمارہ میں ایک آدھ مضمون بہت مجبوری کے تحت داخل کیا ہے۔ آئندہ کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

محترم چوہان سلیم اللہ سندھی حفظہ اللہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان صوبائی مقابلے کا آنکھوں دیکھا حال

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے منعقد ہونے والے صوبائی مقابلہ حسن قرات جو روشنیوں کے شہر کراچی کے مشہور دینی ادارے جامعہ ابراھیم الاسلامیہ میں بتاریخ 2022/12/21 کو ہوا۔ جس میں سندھ کے مختلف اضلاع سے 24 مدارس نے حصہ لیا۔ اس پروگرام کی میزبانی جامعہ ابراھیم الاسلامیہ مدنی مسجد گلزار ہجری ملک سوسائٹی کراچی کے حوالے تھی۔

مدرسے کی انتظامیہ کی طرف سے نہایت ہی شاندار طریقے سے انتظام سنبھالا گیا۔ خدمت میں پیش پیش مدرسے کے اساتذہ اور شاگرد تھے جبکہ اسٹیج پر معززین علماء کرام کے بیٹھنے کا بھی شاندار و پرکشش انتظام تھا۔ اسٹیج پر کئی کتب کے مصنف و جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے قدیم فاضل جامعہ ابراہیم الاسلامیہ گلزار ہجری ملک سوسائٹی کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد عمران عثمان دامت برکاتہم العالیہ کے علاوہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے ناظم تعلیمات وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صوبائی ناظم حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی بھی اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ اس کے علاوہ جو طلبہ اس پروگرام میں شریک تھے ان کے اساتذہ اور نگران حضرات کے لیے بھی کرسیوں کا شاندار طریقے سے انتظام تھا۔ جبکہ اسٹیج سیکرٹری بھی نہایت لائق وفائق جوہر ایک طالب علم کو نہایت ہی خوبصورت سلیقے اور طریقہ سے شرکاء کو مائیک پر بلا رہے تھے۔ پروگرام میں وہ شاگرد شریک تھے جنہوں نے پہلے سے ڈویژن سطح پر پوزیشن حاصل کی تھی۔ جیساکہ لاڑکانہ ڈویژن سے پوزیشن حاصل کرنے والے 6 خوش نصیب تھے، جس میں جامعہ اسلامیہ اشاعت القرآن والحدیث دودائی روڈ لاڑکانہ سے تین شاگرد ڈویژن سطح پر پہلی عبد النبی بن ضمیر حسین دوسری عبد الرؤف بن مولانا عبد الباسط آرائیں اور تیسری پوزیشن عبداللہ بن طالب حسین نے حاصل کی اور میرے مدرسے مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ راجو گوٹھ کے طالب علم قاری محمد ابراھیم بن قاری محمد یعقوب مہر بھی شامل تھا۔ جس نے بہترین انداز میں شرکت کی اور پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم غلام مصطفیٰ بن عبد الحفیظ مدرسہ بیت القرآن اشرفیہ لاڑکانہ کے شاگرد نے حاصل کی، یہ بیچارا جیسے ہی مقابلے کے لیے کراچی پہنچا اس کے والد صاحب وفات پاگئے اس وجہ سے وہ شرکت کرنے سے قاصر رہا۔ چھٹی پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم عمر فاروق

بن نور حسین مدرسہ دار القرآن والتجوید رتودیرو جبکہ سکھر ڈویژن سے پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم محمد اسحاق بن محمد موسیٰ جامعہ مدنیہ رحم والی گھوٹکی اور دوسری پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم امداد اللہ بن عبد الخالق مدرسہ فیض القرآن مدنیہ پنوعاقل تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم محمد عثمان بن محبوب علی جس کا تعلق جامعہ عبد اللہ بن مسعود رضہ سکھر سے تھا۔ چوتھی پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم شعیب احمد بن محمد ابراھیم جامعہ اعزاز العلوم کریمیہ پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم محمد عبید بن محمد شعیب مدرسہ عربیہ عبد اللہ بن مسعود چھٹی پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم محمد اسماعیل بن عدنان علی مدرسہ عربیہ عبد اللہ بن مسعود رضہ۔ جبکہ حیدرآباد ڈویژن اور شہید بینظیر آباد ڈویژن سے پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم بھی شریک ہوئے آخر میں جامعہ تجوید القرآن مدنیہ رحم گھوٹکی کے طالب علم محمد اسحاق بن محمد موسیٰ نے اپنے جوہر دکھائے، یاد رہے کہ اس طالب علم نے سکھر ڈویژن میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔

یہ پروگرام دوپہر 1:40 پر اپنے اختتام کو پہنچا، اختتام پر جامعہ ابراھیم الاسلامیہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد عمران عثمان صاحب نے دعا فرمائی۔ پروگرام کے بعد ظہر کی نماز ادا کی گئی جس کے بعد شرکاء کے لیے پر تکلف ظہرانے کا اہتمام کیا گیا تھا اور مدرسے کی جانب سے شریک ہونے والے طالب علموں اور اساتذہ میں کتابوں کے ہدیہ بھی پیش کیے گئے اور جامعہ ابراھیم الاسلامیہ کی جانب سے سب شرکاء کو کراچی کا سیر سفر بھی کرایا گیا۔

اس پروگرام کا نتیجہ ہے دوسرے دن 2022/12/22ء جمعرات کے روز کراچی شہر کے نہایت بڑے اور مرکزی دینی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن میں ٹھیک 8 بجے پیش کیا گیا، جہاں پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علموں کو انعام اور اعزازی سند بھی پیش کی گئی۔

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

مولانا سعید اسد فیصل آبادی اور اتحاد امت کا میٹھا زہر

آج مورخہ 11 جنوری 2023 بریلوی مسلک کے سابقہ مناظر مولانا سعید اسد صاحب کی وفات کی خبر بھائی عثمان بٹ نے بذریعہ واٹس اپ دی۔ مولانا سعید اسد صاحب کی ساری جوانی اور بڑھاپا اہل السنۃ والجماعۃ خصوصاً احناف دیوبند کی دشمنی میں گزرا وہ اپنے ہم مسلکوں میں ''فاتح دیوبندیت'' کے نام سے جانے جاتے۔ ساری زندگی امت میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر آخری عمر میں "بلی سو چوہے کھا کر حج کو چلی" کے مصداق انہیں ''اتحاد امت'' کا خیال آیا اور بعض اچھے خاصے لوگوں کو اس خوشنما عنوان کے دام تزویر میں موصوف پھنسا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے یعنی عمر کا آخری حصہ بھی مسلمانوں کو دھوکا دینے ہی میں گزارا۔

حیرت یہ ہے کہ اتحاد امت کے اسی نعرے کی گونج کے دوران موصوف کا اپنے ہی ہم مسلک ڈاکٹر اشرف آصف جلالی سے اسلام و عدم اسلام کا اختلاف رہا۔۔۔ اپنی ہی ہم مسلک سیاسی جماعت لبیک کے علاقہ امیر ہونے کے باوجود اختلاف پر انہیں نہ صرف عہدے سے برطرف کیا گیا بلکہ جماعت ہی سے فارغ کر دیا گیا۔۔۔ وفات سے کچھ دن پہلے تک سندھ کے مفتی چمن زماں بریلوی کے ساتھ سوشل میڈیا پر ان کا اختلاف چل رہا تھا۔ موصوف کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان کے اپنے سگے بھائی نے ان کی گمراہی پر ایک عدد کتاب لکھی ہے، تو جو آدمی اپنے مسلک میں اتحاد نہیں کر سکا کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ امت میں اتحاد کا داعی ہو گا؟ صرف یہی نہیں اس دوران ان کے داماد و پوتے برابر اپنے مخالفین کو سوشل میڈیا پر چیلنج دیتے رہے۔ تفصیل ان کے سوشل میڈیا پیجز پر دیکھی جا سکتی ہے۔

موصوف اتحاد امت کے داعی تھے بعض بھولے بھالے سنی دیوبندیوں نے ان کا خیر مقدم کیا بعض حضرات نے ان کے پیچھے نماز تک پڑھی، ان کو اپنے سٹیج پر بیانات تک کیلئے بلایا لیکن کیا کوئی مائی کا لعل ثابت کر سکتا ہے کہ مولانا سعید اسد صاحب نے کسی دیوبندی اور مخالف فرقے والے کے پیچھے نماز پڑھی؟ اسے اپنے مدرسے کے جلسہ جلوس میں بلوایا؟ اس دوران بیسیوں جید علمائے دیوبند وفات پائے کسی ایک کیلئے تعزیتی کلام جاری کیا؟

آپ اس شخص کے تعصب کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس نے ماضی میں اپنے ہی ہم مسلک پیر نصیر الدین گولڑوی کو وہابی کہا اور بعد میں اس سے رجوع کر لیا اور اس پر گولڑہ کے پیر خانے سے معافی بھی مانگی لیکن دوسری طرف اس نے جو آخری فتوی 2017 میں جاری کیا وہ اکابر دیوبند کی تکفیر کا فتوی تھا۔

آج بھی پورا انٹرنیٹ موصوف کے فرقہ ورانہ بیانات سے بھرا پڑا ہے۔ اگر آپ اتحاد کے داعی ہیں تو سب سے پہلے اس گند کو تو صاف کریں جس نے آگ لگائی ہے لیکن صاف تو دور اس کے مقابلے میں کوئی ایک بیان دکھا دیا جائے جس میں دور دور تک اتحاد کی کوئی سنجیدہ کاوش نظر آرہی ہو؟ کہتے ہیں کہ الحاد کے خلاف امت کو جوڑنا چاہتے تھے لیکن زندگی کے ۹۹ویں فیصد بیانات اہل سنت خصوصاً دیوبند کے خلاف ہیں اور بمشکل ایک فیصد الحاد و مرزائیت و رافضیت کے خلاف۔ یہ کیسا داعی امت تھا جس کی ساری زندگی اہلسنت کے خلاف ہی بیانات و دروس میں گزر گئی؟ کیا جس شخص کی ساری زندگی بدعات و شرکیات کی ترویج میں گزری اس کی ایک آدھ اچھی بات کو لیکر اس کی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے؟ جبکہ وہ ان بدعات و غلط عقائد پر نہ صرف خود آخر دم تک قائم ہو بلکہ اس کا پرجوش داعی بھی ہو۔ سوال یہ ہے کہ اگر بدعت اتنی ہی معمولی شے ہے کہ محض ”اتحاد امت“ کا نعرہ لگانے سے یہ گناہ دھل جاتا ہے تو معاف کیجئے اپنے طلباء و عوام کو دھوکے میں نہ رکھیں اپنی فتاویٰ کی کتب سے کتاب العقائد کو نکال کر دریا برد کر دیجئے جس میں جگہ جگہ بدعات خصوصاً بریلوی عقائد و نظریات پر رد ہے۔ پھر ہمت کیجئے اور ”بدعتی و بدعقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے“ کے فتوے کو چوک پر پھاڑ کر ریزہ ریزہ کیجئے۔ پھر امام اہلسنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ، فاتح بریلویت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ، فاتح رضاخانیت حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری صاحب رحمہ اللہ، امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ، مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ سے کھل کر اعلان براءت کیجئے جنہوں نے ساری زندگی میدان مناظرہ و میدان تصنیف میں اس فتنہ کی سرکوبی کرتے گزار دی۔

کہا جاتا ہے جی سٹیج پر اس لئے بلاتے ہیں کہ کوئی اختلافی بات نہیں کرتا تو کیا کل کو کوئی رافضی یا مرزائی کہہ دے کہ مجھے اپنے سٹیج پر بلاؤ میں صرف قرآن سناوں گا اور کچھ نہیں اسے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

ابراہیم بن ھلال جو کہ معز الدولہ کا منشی تھا اور ایک بے دین تھا مگر اس کے باوجود رمضان کے روزے رکھتا اور قرآن کا بہترین حافظ تھا اور زبانی قرآن پڑھتا بلکہ جابجا اپنی تحریروں میں آیات قرآنیہ سے استدلال بھی کرتا۔ ستر سال سے اوپر عمر (البدایہ والنہایہ ج6 ص 313) شریف رضی نے اس کے مرنے پر اس کا مرثیہ لکھا یہ

کہہ کر کہ مجھے اس کے دین وعقیدے سے کیا؟ میں نے تو اس کے فضائل پر اس کا مرثیہ پڑھا لیکن حافظ ابن کثیر جلال میں آکر کہتے کہ اس کے کوئی فضائل وضائل نہیں تھے اور نہ اس قسم کے لوگ اس لائق ہیں کہ ان پر مرثیہ پڑھا جائے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کا یہ طرز عمل ان لوگوں کیلئے درس عبرت ہے جو بعض اہل بدعت و بے دینوں کے مرنے پر ان کے چند اچھے کاموں کے دیکھ کر ٹسوے بہارے ہوتے ہیں۔

مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو سیر اعلام سے ایسے کئی بدعتیوں کا تعارف پیش کرتا جنہوں نے خدا کے خوف سے کبھی آسمان کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھا جنہوں نے مجموعی اعتبار سے اسلام کی خدمت کی لیکن اسلاف نے ان کے مرنے پر ان سے بیزاری کا اعلان کیا۔

خدارا اس بات کو سمجھیں کہ موصوف کی ان کوششوں کے پس منظر میں بھی ایک بہت بڑی بھیانک سازش تھی وہ اس طرح کہ موصوف کے استاد مولانا اشرف سیالوی صاحب نے ایک کتاب ''تحقیقات'' کے نام سے لکھی جس میں کہا کہ نبی کریم ﷺ چالیس سال کی عمر میں نبی بنے اس سے پہلے آپ ولی تھے نبی نہ تھے۔ بریلوی مسلک کی طرف سے اس کتاب کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہو گیا درجن بھر کتب اس نظریہ کے خلاف لکھی گئی اور اہل بدعت نے اپنی پرانی عادت کے مطابق سیالوی صاحب اور ان کے ہم نظریہ لوگوں کو تکفیر و تضلیل شروع کر دی۔ مولانا سعید اسد صاحب چونکہ اپنے استاد کے نظریہ کے حامل تھے لہٰذا استاد کی وفات کے بعد انہوں نے بھی کھل کر اس نظریہ کا پرچار شروع کر دیا جس پر زبردست طریقے سے مسلک بریلویت کی طرف سے ان کا رد کیا گیا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی طرف سے باقاعدہ انہیں مناظروں کے چیلنج دیے گئے اور انہیں مسلک سے خارج قرار دے دیا گیا۔ مسلک میں ان کی ساری شہرت و عزت خاک میں مل گئی واللہ باللہ تاللہ کراچی کے ایک کاروباری شخصیت سیٹھ مبین صاحب کے ساتھ میں بیٹھا تھا کہ ان کا فون مبین صاحب کو آیا کہ میرے ہم مسلک لوگوں نے میرے مدرسے کو چندہ دینا تک بند کر دیا۔ لہٰذا سعید اسد صاحب نے دوبارہ اپنے ہم مسلکوں میں مقام پانے کیلئے ''اتحاد امت'' کا نعرہ لگایا۔ موصوف نے اس نعرے سے مندرجہ ذیل مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی:

(۱) اپنے ہم مسلکوں کو یہ تاثر کہ دیکھو میں تو دوڑ دوڑ کر دیوبندیوں کے پاس جارہا ہوں مگر دیوبندی میدان مناظرہ میں میرے سامنے نہیں آرہے ہیں میرے خوف و ڈر سے اور دیکھو یہ ہمارے مسلک کی حقانیت کی دلیل ہے۔

(۲) دوسری طرف اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند احناف جو بمصداق حدیث مومن بھولا بھالا ہوتا ہے کو دھوکا دے کر ان کے سٹیج پر اپنے لئے جگہ پیدا کی اور دیوبندیوں کے سٹیج پر اپنے عقائد بیان کرنے شروع کر دئے۔

(۳) اور یوں اپنے ہم مسلکوں کو یہ تاثر دیا کہ دیکھو میں تو دیوبندیوں کے سٹیج پر بھی جا کر اپنا عقیدہ بیان کر رہا ہوں۔ موصوف اگر واقعی اتحاد امت میں مخلص تھے تو آخر بتائیں کہ مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب و دیگر سے ملاقاتوں کے بعد اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ آخر ایک ملاقات کے بعد دوسری ملاقاتوں کی کوشش کیوں نہیں کی گئی؟

موصوف 5 نومبر 2017 متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کے مرکز میں آئے اور اتحاد امت کا نعرہ لیکر آے لیکن اس مجلس میں اکابر دیوبند کی کھلم کھلا تکفیر کا دعوی مع دستخط دیکر گئے جس کا عکس پیش کیا جارہا ہے یہ کیسا اتحاد امت ہے کہ آپ اپنے فریق مخالف کو کھلم کھلا کا۔۔۔ فر لکھیں اور پھر اتحاد امت کا تمغہ بھی سینے پر سجائیں؟ متکلم اسلام نے اس موقع پر کیا خوب کہا کہ
”یعنی آپ میرے گھر آؤ میرے والد کو موٹی سی گالی دو اور پھر کہو حضرت ہم آپ سے اتحاد کرنا چاہتے ہیں۔۔ کیا یہ کھلا مذاق نہیں؟“۔

آپ دیوبندیوں کے مرکز آئے انہیں کا۔۔ فر۔۔ لکھ کر گئے اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھو میں تو اتحاد کرنا چاہ رہا ہوں مگر دیوبندی اتحاد نہیں کر رہے ہیں۔ میں خود اس ملاقات میں شامل تھا سعید اسد صاحب نے وہاں واضح طور پر کہا کہ اس اتحاد کو سبوتاژ کرنے کی لوگ بہت کوشش کریں گے لیکن پھر خود ہی چند عرصہ بعد ایک ویڈیو اپلوڈ کر دی کہ مولانا الیاس گھمن صاحب مجھ سے مناظرہ سے بھاگ رہے ہیں اور دوبارہ پھر کبھی متکلم اسلام صاحب سے اتحاد کیلئے رابطہ نہیں کیا کیونکہ وہاں ان کی اس چال کا جو حشر کیا گیا وہ سب نے ویڈیو کی صورت میں دیکھ لیا ہے۔

حیرت ہے کہ موصوف ایک طرف اتحاد امت کا راگ الاپ رہے تھے لیکن اسی دوران جس قسم کے ویڈیوز بیانات اور وہ بیانات جن عنوانات کے ساتھ نیٹ پر اپلوڈ کئے جا رہے تھے آپ ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں کیا یہ رویہ اتحاد امت کے داعی کا ہوتا ہے؟

(۱) تین ماہ قبل یوٹیوب پر موصوف کا کلپ اپلوڈ ہوا:

”کیا مماتی دیوبندی وہابی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے“

اور ظاہر ہے کہ اس میں یہی بتلایا گیا کہ بالکل نہیں ہوتی۔

(۲) جب دیوبندیوں نے موصوف کو اپنے سٹیج پر بلایا تو اسے بھی موصوف کے حواریوں نے کس مکروہ انداز میں پیش کیا ملاحظہ ہو:

"وہ مناظر جب علامہ سعید اسد صاحب نے دیوبند کے سٹیج پر عقیدہ اہلسنت بیان کیا"

یعنی موصوف دیوبندیوں کے سٹیج پر اتحاد کی باتیں نہیں بلکہ اپنا عقیدہ پیش کرنے جاتے۔

(۳) ایک سال قبل داعی اتحاد امت نے غیر مقلدین حضرات کو یہ چیلنج دیا:

"رفیع یدین ثابت کرنے پر ایک لاکھ روپے کا انعام"

(۴) ایک اور کلپ ملاحظہ ہو جو سات ماہ قبل اپلوڈ ہوا:

"حضرت علامہ مولانا سعید احمد اسد صاحب کا مولانا پسروری کو ایک لاکھ دینے کا چیلنج"

(۵) 17 ستمبر 2022 کو اپنے مخالفین کو اس خوشنما عنوان سے مخاطب کیا جاتا ہے:

"داتا صاحب کو داتا کہنے سے شرک ہو جاتا ہے امام المناظرین کا منہ توڑ جواب"

(۶) اتحاد امت کے داعی کی مسلکی فروشی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دو ماہ قبل ہی ان کا ایک بیان اس عنوان کے ساتھ اپلوڈ ہوا:

"اس بیان کو سن کر پانچ سو وہابی بریلوی ہو گئے"۔

یعنی موصوف کا مشن لوگوں کو مسلمان کرنا نہیں "بریلوی" کرنا تھا۔

(۷) گیارہ ماہ قبل ایک کلپ اس عنوان سے اپلوڈ ہوا:

"وہ خطاب جس میں علامہ سعید اسد نے وہابیوں اور دیوبند کی بولتی بند کر دی"

(۸) 23 جون 2021 کے بیان کا عنوان یہ ہے:

"یہ خطاب ضرور سنیں وہابیوں کے شرم سے سر جھک گئے"

(۹) دو ماہ قبل کا بیان:

"دیوبندیوں کو لینے کے دینے پڑ گئے"

کوئی کہہ سکتا ہے کہ موصوف نے خود یہ بیانات اپلوڈ نہیں کئے تو بالکل مگر ان بیانات میں مواد بھی تو وہی ہے جو عنوان دیا گیا۔ ثانیاً موصوف کو سوشل میڈیا کی پوری معلومات رہتی اور اشاعتی مولوی خضر حیات کے ساتھ علم غیب پر طویل عرصہ مناظرہ چلتا رہا آخر عمر میں تو سوشل میڈیا انٹرویو دینے لگے۔ لیکن بالفرض ہم مان لیں کہ یہ

بیانات ان کے حواریوں نے اپلوڈ کیئے تب بھی اس سے ہمارے ہی دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ ان کا یہ نعرہ ایک فریب تھا کیونکہ اگر ان میں اتحاد واتفاق کا سچا جذبہ ہوتا تو سب سے پہلے اس کا اثر ان کے ماننے والوں پر ہوتا اور وہ اس قسم کی سرگرمیوں سے باز آتے مگر یہ طرز عمل خود اس بات کی شہادت ہے کہ اندرون خانہ کس قدر مخالفین کیلئے بغض تھا۔ بہر حال اتحاد کا یہ پر فریب نعرہ اگر بربنا اخلاص بھی ہو تو ان کی زندگی کی سیاہ کاریوں کا مداوا نہیں کر سکتا کوئی بے دین کعبہ کے غلاف سے لپٹ جائے تو وہ بے دین ہی رہے گا کتے کا نام بکرا رکھ دینے سے وہ کتا بکرا نہیں بن جاتا۔ آخر میں اہل بدعت کے متعلق ہمارے اسلاف کا کیا رویہ رہا وہ مختصر پیش کر رہا ہوں شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔۔

(۱) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کے بارے میں کہتے ہیں کہ

"میرا بیٹا کسی صحیح العقیدہ فاسق سنی کے پاس بیٹھے یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ وہ کسی نیک بدعتی کے پاس بیٹھے"

(الشرح و الابانۃ علی اصول السنہ و الدیانہ صفحہ ۱۴۹)

(۲) حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

"اگر راستہ میں کوئی بدعتی مل جائے یا اس کے پاس سے گزرنا پڑے تو اس پر نظر پڑنے سے پہلے اپنی آنکھیں بند کر دے یعنی اس کو نہ دیکھے۔

(الشرح و الابانۃ علی اصول السنہ و الدیانہ صفحہ ۱۵۸)

(۳) بدعتی کو دیکھنے سے ایمان و عمل کا نور ختم ہو جائے گا۔

(الشرح و الابانۃ علی اصول السنہ و الدیانہ صفحہ ۱۵۸)

(۴) ابو العباس الخطاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

"اگر آپ گھر سے نکلے اور راستے میں بدعتی مل جائے تو فوراً گھر واپس لوٹ آئے کیونکہ شیطانوں نے اس کو گھیر رکھا ہے"

(الشرح و الابانۃ علی اصول السنہ و الدیانہ صفحہ ۱۵۸)

(۵) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے کسی بدعتی سے ایک دو لقمہ کھالیے، جب میرے استاد عبداللہ بن مبارک کو معلوم ہوا تو اس قدر ناراض ہوئے کہ مجھ سے کہا کہ تیس دن تک یعنی ایک مہینے تک تجھ سے بات نہیں کروں گا۔

(الشرح والابانة علی اصول السنہ والدیانہ صفحہ ۱۶۹)

(۶) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے میں شرکت کرے وہ اللہ کے غضب و ناراضگی میں رہتا ہے جب تک واپس نہ آجائے (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ)

(۷) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے بدعتی کو غسل دیا ہے، حسن بصری نے کہا کہ اس کو میرا یہ پیغام پہنچادوں کہ جب تو مرے گا تو ہم تیری نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے

(الشرح والابانة علی اصول السنہ والدیانہ صفحہ ۱۷۷)

(۸) فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ میں یہودی اور نصرانی کا تو کھالوں گا لیکن کسی بدعتی کا نہیں کھاؤں گا

(الشرح والابانة علی اصول السنہ والدیانہ)

(۹) فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی سے نفرت و بغض رکھے گا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردے گا چاہے اس کا عمل قلیل ہو کیونکہ بدعتی سے نفرت کرنا سنت سے محبت کی دلیل ہے

(الشرح والابانة علی اصول السنہ والدیانہ)

(۱۰) شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اس بیشمار روایتیں ہیں، اس میں بدعتی کے ساتھ بیٹھنا، کھانا، دعا سلام، جنازہ میں شرکت، بیمار پرسی اور عیادت، امام بنانے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، نکاح سب حرام اور ناجائز لکھا ہے، اور توہین و تذلیل کو جائز لکھا ہے۔

(۱۱) عبدالعزیز ایک بدعتی تھا جب وہ مر گیا تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے جنازہ کے پاس آئے، لوگوں نے سفیان ثوری کو دیکھ کر خوش ہوگئے لیکن سفیان ثوری بغیر نماز جنازہ پڑھے چلے گئے بعد میں کسی نے پوچھا تو کہا کہ میں اس سے بھی بدتر لوگوں پر نماز جنازہ پڑھنا روا سمجھتا ہوں، میں نے اس لیے نماز جنازہ نہیں پڑھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ یہ بدعت پر مرا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۷ صفحہ ۱۱۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کا مفہوم ہے کہ قرب قیامت میں سنت پر عمل ہتھیلی میں آگ کا انگارا پکڑنے کے مترادف ہو گا حق و باطل سنت و بدعت کا امتیاز اس حد تک مٹ چکا ہے اور مداہنت اس قدر ہو چکی ہے کہ یہاں کسی بدعتی کی وفات پر شاید ابھی اپنے گھر والے بھی باخبر نہ ہوں کہ ہمارے بعض احباب کو اتحاد امت کا غم کھانے لگ جاتا ہے کسی کی آخرت سنوارنے کیلئے اپنی آخرت برباد کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ حالانکہ ایک بدعتی اعتقادی فاسق کے دنیا سے رخصت ہونے پر زمین و آسمان سکھ کا سانس لیتے ہیں سلف صالحین کے دور میں اس پر خوشی کا اظہار کیا جاتا مگر یہاں معاملہ الٹا ہے۔۔۔

جب مشہور گمراہ المریسی کی موت کی خبر بازار میں بشر بن الحارث کو دی گئی تو کہا کہ یہ شہرت کی جگہ نہ ہوتی تو سجدہ شکر ادا کرتا، اس کی موت پر الحمدللہ۔

(تاریخ بغداد، صفحہ 66 جلد 7)۔

امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ مشہور بدعتی ابن ابی داود کی موت پر خوشی منانا گناہ ہے؟ فرمایا: اس پر کون خوش نہیں ہو گا؟

(سیر اعلام النبلاء جلد 9 صفحہ 433)

"یہی وہ عبد المجید ابن عبد العزیز بن داود مرجیہ بدعتیوں کا سرغنہ تھا"۔

جب وھب بن قریشی گمراہ بدعتی کی موت کی خبر عبد الرحمن بن مہدی کو معلوم ہوئی تو کہا: اللہ کا شکر ہے مسلمانوں کی جان چھوٹ گئی۔

(لسان المیزان ابن حجر جلد 8 صفحہ 402)

حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ 12 / 338 میں ایک بڑے بدعتی کے بارے میں کہا ہے کہ اس ذی الحجہ کے مہینے میں اللہ نے مسلمانوں کو اس سے چھٹکارا دیا اور جب اس کو دفنایا گیا تمام مسلمانوں نے شکر ادا کیا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک بدعتی کے جنازے پر حاضر ہوئے لوگ بڑے خوش ہوئے کہ شاید ان کی نماز جنازہ پڑھنے آئے ہوں مگر صفیں چیر کر جنازے کے سرہانے پہنچے اور باآواز بلند کہا کہ لوگوں میں اس سے بھی بدتر شخص پر جنازہ پڑھنے کا قائل ہوں لیکن یہاں صرف اس لئے ایا اور بغیر جنازہ اس لئے جارہا ہوں کہ تمہیں علم ہو کہ اس کی موت بدعت پر ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 7 صفحہ 117)

مردوں کے عیب بیان نہ کرنے کے حوالے سے بھی سخت مغالطہ دیا جاتا ہے حالانکہ صاحب در مختار کہتے ہیں کہ اگر میت کو غسل دیتے ہوئے مردے کے جسم پر کوئی عیب دیکھے تو اسے بیان نہ کرے کہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ کہ اپنے مردوں کے محاسن کا تو ذکر کرو مگر برائی سے کف لسان کرو۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حدیث پر عمل اس صورت میں ہے کہ جب وہ مردہ "بدعتی" نہ ہو اگر بدعتی ہو تو ضرور بیان کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کیلئے مقام عبرت ہو۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق اہل سنت کے مردوں سے ہے نہ کہ بدعتی و اہل بدعت سے لہٰذا ان کے مرنے کے بعد بھی ان کی گمراہیوں کو بیان کرنا عین مزاج شریعت ہے تاکہ لوگ ان کی بدعات میں ملوث ہونے سے بچیں۔

وان رأى به مايكره لم يجز ذكره، لحديث اذكروا محاسن موتاكم وكفوا عن مساويهم۔۔قوله لم يجز ذكره) أى ما لم يكن الميت صاحب بدعة ليرتدع غيره، كماقدمناه

(شامی جلد ۲، صفحہ ۲۳۹)

ہم اس موقع پر یہ چند سطور ہرگز قلم بند نہ کرتے اگر دوسری طرف سے اس انتہا پسندی اور اہل بدعت سے نفرت کا مزاج ختم کرنے کا خلاف شرع مظاہرہ نہ کیا جاتا والسلام۔ اللہ ہم سب کو موت کی تیاری کرنے کی توفیق دے آمین۔

(مولوی سعید اسد فیصل آبادی کی تحریر جس میں علماء دیوبند کی تکفیر کی گئی ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ایمان کا مدار ہے
آپ کی شان اقدس میں ذرا سی گستاخی بھی انسان کو ایمان کے دائرہ
سے باہر نکال دیتی ہے ۔
بانی دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولانا رشید احمد گنگوہی ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری
اور مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارات پر مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے
فتوی کفر صادر فرمایا ہے ۔ وہ بھی اور ان کی ان عبارات کے مؤیدین
بھی اسی فتوی کی زد میں آتے ہیں ۔ مالک کائنات ہم سب کو
رجوع الی الحق کی توفیق نصیب فرمائے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(نوٹ) جن کتب میں یہ عبارات موجود ہیں وہ یہ ہیں
تحذیر الناس ۔ براہین قاطعہ ۔ حفظ الایمان

محمد سعید احمد اسعد غفرلہ الاحد
15 - نومبر 2017ء

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، مدیر اعلیٰ مجلہ اَلْفَتْحِیَّہ احمد پور شرقیہ قسط:٦

فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع (جلد دوم)

اعتراض:۱۳۶... فضائلِ اعمال میں شرکیہ و کفریہ اشعار ہیں

محمد طارق خان غیر مقلد ''تبلیغی نصاب'' پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر کوئی کسر رہ گئی تھی تو وہ شرکیہ اور کفریہ اشعار کے ذریعے پوری فرمادی ہے یہاں بطور مثال ہم چند اشعار نقل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے...

(۱) ہست رب الناس را با جان ناس اتصال بے تکیف و بے قیاس

(۲) سب سے ربط آشنائی ہے اسے دل میں ہر اک کے رسائی ہے اسے

(فضائل قرآن ص ۷۴)

(۳) ''**خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی ومثواک فی قلبی فاین تغیب**''

ترجمہ: تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے، اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔(فضائل ذکر صفحہ ۷۴)

(۴) ''فرود آویز از سر گیسو را
فگن سایہ بپا سرورِ رواں را''

(۵) فلک پہ عیسیٰ وادریس ہیں تو خیر سہی زمین پر جلوہ نما ہیں محمد مختار''

اس شعر میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اُٹھالیا اور وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں آئی بلکہ وہ بھی زمین پر یعنی قبر کے اندر زندہ ہیں...

(۶) ''جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار''...

(۷) کہاں ہے وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار''

اس شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور خدا کہہ کر اللہ کا جزو اور حصہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی جس طرح عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا جزو اور حصہ مانتے ہیں۔

(فضائل درود شریف ص ۱۳۱)

(۸) ”رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار“

اس شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا صاف طور پر انکار موجود ہے جس طرح کہ احمد رضا خان بریلوی نے اپنے ترجمہ قرآن میں کیا ہے اور یہ عقیدہ صریح کفر ہے۔

(۹) ”یہ اجابت حق کو تیری دعا کا لحاظ قضا مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار“

اس شعر میں مستجاب الدعاء ہونے کا عقیدہ بیان ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قضاء قدر بھی بدل جاتی ہے۔(فضائے درود شریف صفحہ ۱۳۲)

(۱۰) ”زندگانی نتواں گفت حیاتیکہ مراست زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد“

ترجمہ: وہ زندگی ہی نہیں جو میری ہے بلکہ زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو جائے۔ (فضائل ذِکر ص ۲۶)

(۱۱) ”میان عاشق ومعشوق رمزے است کراماً کاتبین راہم خبر نیست“

ترجمہ: عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔(فضائل ذکر صفحہ ۵۱)اس طرح کے اشعار اس بات کی جانب واضح اشارہ کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے اکابرین کیا عقائد رکھتے ہیں۔“

(تبلیغی جماعت عقائد افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینے میں صفحہ ۶۴ تا ۶۶)

الجواب:

طارق خان نے اپنے زعم کے مطابق جن اشعار کو کفریہ و شرکیہ کہا اُن میں سے پہلے شعر ”ہست رب الناس...“ کا حوالہ نہیں دیا۔ مزید یہ کہ طارق خان نے اس شعر کے مضمون کے متعلق کہا کہ اس میں اشارۃً وحدۃ الوجود عقیدے کا بیان ہے۔ اگر طارق صاحب کی یہ تشریح مان لیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ کیوں کہ وحدۃ الوجود عقیدہ خود غیر مقلدین کے ہاں بھی تسلیم شدہ ہے۔ بندہ کی کتاب ”عقیدہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت“ دیکھئے!

دوسرا شعر ”سب سے ربط آشنائی.... “ ہے۔ طارق خان اسے نقل کر کے آگے چلتا بنے۔ یہ زحمت گوارہ نہیں کی کہ اس کی وضاحت کر دیتے کہ یہ شعر کفریہ وشرکیہ کیسے ہے؟ جب انہوں نے وضاحت نہیں کی تو ہم کیا تبصرہ کریں۔

تیسرا شعر ”خیالک فی عینی.... ہے۔ اس پر تبصرہ ”فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع جلد اول“ اعتراض:۳۸ کے جواب میں ہو چکا ہے۔ وہاں یہی شعر غیر مقلدین کی کتاب ”الاعتصام اشاعتِ خاص بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صفحہ ۴۰۴ کے حوالہ سے منقول ہے۔

چوتھے شعر ”””فرود آویز... “ کا جواب بھی ”فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع جلد اول“ اعتراض:۱۹ کے جواب میں آ چکا ہے۔

پانچویں شعر میں کہا گیا کہ زمین کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہے۔ طارق خان نے تبصرہ کیا کہ اس شعر کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت نہیں آئی۔ عرض ہے کہ موت نہیں آئی والی بات آپ کی کشیدہ ہے۔ حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے یہ بات نہیں لکھی۔ بلکہ وہ تو اس کے برعکس ”حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وِصال پر رنج“ عنوان قائم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے کا واقعہ تحریر کرتے ہیں۔ اس میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا:

”حضورؐ کا وصال ہو چکا۔“ (فضائل اعمال صفحہ ۱۸۴)

باقی رہا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ۔ تو وہ بھی اس وضاحت کے ساتھ ہے کہ آپ پر دنیا والی موت آئی، اس کے بعد انہیں قبر میں حیات حاصل ہے۔ دیکھئے اس عنوان پر لکھی گئی علمائے دیوبند کی کتابیں: تسکین الصدور وغیرہ۔ غیر مقلدین کے ہاں بھی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت شدہ ہے جیسا کہ ”فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع جلد اول“ میں اس پر کافی حوالہ جات منقول ہیں۔

چھٹا شعر ”جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار“ اسے طارق خان نے شرکیہ و کفریہ عقیدہ قرار دیا۔ یہاں بھی شعر کے نقل کر دینے کو کافی سمجھا۔ اپنے دعوے کے مطابق اسے کفر و شرک ثابت نہیں کر سکے۔ ثابت کرنا تو دُور کی بات ہے اس حوالہ سے ایک لفظ تک نہیں لکھا۔

پھر طارق خان کو معلوم ہونا چاہیے کہ غیر مقلدین میں ”امام اہلِ حدیث“ کا لقب پانے والے بزرگ علامہ وحید الزمان نے مخلوق کا مادہ اولیت ”نور محمدی“ قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بدأ الله سبحانه الخلق بالنور المحمدی ... فالنور المحمدی مادة اولیة لخلق السموات والارض ومافیها"

(هدیة المهدی: ۱/۵۶)

ترجمہ: اللہ سبحانہ نے مخلوق کو بنانے کی ابتداء نور محمدی سے کی۔ پس نور محمدی پہلا مادہ ہے آسمانوں اور زمین کا اور اُن کا جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

ساتواں شعر: ...وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار" اس میں نور خدا کہا گیا مراد اس سے نور ہدایت ہیں۔ طارق خان کا یہ کہنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی ذات اقدس کو اللہ کا جزو قرار دیا محض الزام ہے۔ جس طرح عیسائیوں کا استدلال غلط ہے، اسی طرح طارق خان کا حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی عبارت سے جزویت ثابت کرنا غلط ہے۔ عیسائیوں نے غلط عقیدہ کشید کر کے اپنا مذہب بنالیا اور طارق خان نے غلط عقیدہ کشیدہ کر کے اسے مصنف فضائل اعمال کے سر لگادیا۔ ہاں غلط عقیدہ کشید کرنے میں دونوں کی ذہنیت ایک ہے۔

آٹھواں شعر "رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت...."

اس شعر میں "جمال پہ تیرے حجاب بشریت" کہا گیا۔ "ذات پہ تیرے حجاب بشریت" نہیں لکھا۔ طارق صاحب کا اس شعر سے ذاتِ بشریت کی نفی کشید کرنا غلط ہے۔ مزید یہ کہ ذاتِ بشریت کی نفی کشید کرنی خود شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی بیان کردہ عبارات کے بھی خلاف ہے کیوں کہ انہوں نے فضائل اعمال میں بھی کئی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لوازماتِ بشریت کو درج کیا ہے۔ مثلاً

کھانا اور بھوکا رہنا۔ (فضائل اعمال صفحہ ۴۵ فیضی کتب خانہ)

گوشت تناول کرنا۔ (فضائل اعمال صفحہ ۵۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حالات۔ (فضائل اعمال صفحہ ۱۴۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے متعلق معلومات۔ (فضائل اعمال صفحہ ۱۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینگیاں لگوانا۔ (فضائل اعمال صفحہ ۱۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کا تذکرہ۔ (فضائل اعمال صفحہ ۱۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سحری کھانا۔ (فضائل اعمال صفحہ ۶۵۸)

یہ سارے لوازمات اس ذات کے نہیں ہو سکتے جس کی تخلیق نور سے ہو یعنی جو ذات و پیدائش کے اعتبار سے نور ہو، بلکہ یہ لوازماتِ بشریہ ہیں۔

طارق خان ذرا ادھر توجہ کریں۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد کے خطبات میں ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم تھے۔"

(خطبات سلفیہ صفحہ ۳۳۶، نعمانی کتب خانہ)

نویں شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستجاب الدعاء ہونے کا بیان ہے۔ ہم آئندہ اپنے مقام پر مستجاب الدعاء ہونے پر مستقل طور پر بحث کریں گے ان شاء اللہ۔ وہاں غیر مقلدین کے بہت سے حوالہ جات نقل کریں گے کہ انہوں نے تو عام امتیوں بلکہ خود اپنے آلِ غیر مقلدیت میں سے متعدد افراد کو "مستجاب الدعاء" کہا ہوا ہے۔

دسویں شعر: "زندگانی نتواں..." کو نقل تو کر دیا مگر اسے کفر و شرک ثابت کرنے کے حوالہ سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ جب اپنے دعویٰ کے ثبوت پر کوئی مزعومہ دلیل ہی نہیں دی تو ہم کس چیز کا رد کریں؟

گیارہویں شعر: "میان عاشق و معشوق رمزے است۔۔۔" کو نہ صرف یہ کہ کفریہ و شرکیہ ثابت نہیں کر سکے بلکہ ثبوت کے لیے اک لفظ بھی تحریر نہیں کیا۔

ہم یہاں بتاتے چلتے ہیں کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ اس شعر سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں، اُن کی عبارت ملاحظہ ہو:

"بیہقیؒ نے **شُعب** میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذِکر کو فرشتے نہ سُن سکیں وہ اس ذِکر پر جس کو وہ سُنیں، ستر درجے بڑھا ہوا ہے، یہی مراد ہے اُس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ؎

میان عاشق و معشوق رمزے است

کراماً کاتبین راہم خبر نیست"

(فضائل اعمال صفحہ ۴۳۷)

قارئین! دیکھا آپ نے کہ طارق خان نے شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی مراد و تصریح کے خلاف ان کے تحریر کردہ شعر کو کیسے شرکیہ اور کفریہ عنوان کے تحت جا ٹھونسا۔ پھر اس طرف غور نہیں کیا کہ یہی شعر مولانا میر

محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے بھی لکھا ہوا ہے۔(تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۲۳۹، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

طارق خان کا الزام ہے کہ فضائل اعمال میں کفریہ و شرکیہ اشعار ہیں جب کہ مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد نے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہونے والوں کے متعلق لکھا:

''وہ عقیدۃً اور عملاً مسلمان ہوگئے ہیں۔''(مقالاتِ راشدیہ:۱/۱۵۵)

تنبیہ: طارق خان نے مذکورہ بالا اشعار سے جو عقیدہ کشید کیا،اس پر حوالہ مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے رسالے کا دے دیا، جیسا کہ اوپر اعتراض کے تحت نقل کردہ عبارت میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ان اشعار پر اُن کا تبصرہ جیسا کیسا بھی ہو، بہر حال اپنے تبصرہ پر حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے رسالے کا حوالہ دینا غلط ہے۔

غیر مقلدین اور شرک

دل تھام کے بیٹھو اَب میری باری ہے۔

طارق خان ''فضائل اعمال''میں درج اشعار کو کفریہ و شرکیہ ثابت کرنے میں بالکل ناکام رہے ہیں۔اس کے برعکس تصویر کا دوسرا رخ بھی قابلِ ملاحظہ ہے،وہ یہ کہ غیر مقلدین نے اعتراف کیا کہ اہلِ حدیث کہلوانے والے شرک کی دلدل میں کھبے اور لتھڑے ہوئے ہیں۔چند نقول ملاحظہ ہوں۔

ڈاکٹر شفیق الرحمن غیر مقلد اپنے زعم کے مطابق شرکیہ کتب شائع کرنے والے اہلِ حدیث علماء کے متعلق لکھتے ہیں:

''در اصل علماء کے پاس ان کتب کے مطالعہ کا وقت ہی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات چھاپنے والے بھی کتاب کا مکمل مطالعہ نہیں کرتے صرف نام دیکھ کر حُسنِ ظن کی بناء پر کتاب شائع کر دیتے ہیں۔اگرچہ جان بوجھ کر ایسا کرنے والے بھی موجود ہیں۔رہا تنقید کا معاملہ تو واقعی بعض علماء اہلِ حدیث اپنوں کے بارے چشم پوشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔''

(اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ صفحہ ۱۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

مولانا عبد العزیز نورستانی غیر مقلد بزعم خود شرکیہ کتابوں کو شائع کرنے والے علمائے اہلِ حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کتابوں کو جن لوگوں نے طبع فرمایا اور اس قسم کے شرکیہ کلام جو مسلک اہلِ حدیث کے

سراسر خلاف ہے کو بلا تعلیق و تردید چھپوا کر شائع کیا ہے قابلِ مذمت ہے۔ ان کو اس گناہ سے توبہ کر کے اپنی توبہ کا اعلان کرنا چاہیے۔"

(اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ صفحہ ۱۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

اُن لوگوں کی توبہ کا اعلان برس ہا برس گزرنے کے باوجود ہمارے سامنے نہیں آسکا۔ کسی غیر مقلد کے علم میں ہو تو ہمیں مطلع کرے۔

ڈاکٹر شفیق الرحمن غیر مقلد نے ازخود بریلویوں کی طرف سے سوال اُٹھایا:

"آپ ان نظریات کی بناء پر ہمارے علماء کو عقیدہ شرک کا حامل کہتے ہیں مگر جب یہی نظریات آپ کا عالم اپنائے تو وہ اکابر اہلِ حدیث میں شمار ہوتا ہے اس بے انصافی کی کیا وجہ ہے؟"

پھر ڈاکٹر صاحب نے اس سوال کا جواب یا بالفاظ دیگر بزعم خودیوں انصاف کا برتاؤ کیا:

"قانون عام ہے شرک کرنے والا چاہے مکہ کا مشرک ہو، آج کا کلمہ گو ہو یا ہمارا عالم ہو اس پر جنت حرام ہے۔"

(اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ صفحہ ۱۲ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

ڈاکٹر شفیق الرحمن غیر مقلد بریلویوں کے مذکورہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"اگر علامہ وحید الزمان صاحب نے شرکیہ نظریہ اپنایا ہے اور توبہ بھی نہ کی ہو تو اُن کا اہلِ حدیث ہونا ان کو اللہ کے عذاب سے کیسے بچا سکے گا جو شخص ان کو شرک سمیت مسلم مانتا ہے وہ اللہ کا قانون توڑتا ہے وہ دین اسلام کا حامی نہیں بلکہ مخالف ہے۔"

(اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ صفحہ ۲۳ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"علامہ وحید الزمان پر کئی دَور آئے، ان کا آخری دَور مسلک اہلِ حدیث کے مطابق تھا۔"

(اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ صفحہ ۱۳ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

وحید الزمان صاحب کے جس عقیدہ کو ڈاکٹر صاحب شرکیہ قرار دے رہے ہیں وہ آخری زمانے والا ہی ہے لہذا اس کے بعد انہوں نے توبہ کی ہو اسے ثابت کرنا ڈاکٹر صاحب اور دیگر غیر مقلدین کی ذمہ داری ہے۔

علیم ناصری غیر مقلد نے ڈاکٹر شفیق الرحمن غیر مقلد کی کتاب ”اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”وہ [مخالف (ناقل)] لوگ ہمارے بعض علماء سابقین کی کتابوں میں پائے جانے والے بعض شرکیہ مسائل کو اُٹھاتے ہیں مثلاً علامہ وحید الزمانؒ کی کتاب ”ہدیۃ المہدی“ کے مطابق نورِ محمدی کا وجہ تخلیق عالم ہونا۔ نواب صاحب کی کتاب ”مسک الختام“ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا۔ اُس دَور کے بیشتر اہلِ حدیث علماء کا تصوّف اور وحدۃ الوجود کا قائل ہونا وغیرہ۔“

(الاعتصام لاہور ۹ر ستمبر ۱۹۸۸ء بحوالہ اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ صفحہ ۸)

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شرکیہ عقائد کی سرپرستی کا حق جس قدر فرقہ بریلویہ نے ادا کیا ہے کسی نے کم کیا ہوگا ... ہمیں افسوس ہے کہ اہلِ حدیث بھی اس میدان میں پیچھے نہیں رہے حصہ رسدی انہوں نے بھی یہ حق ادا کر ہی دیا“

(روح، عذابِ قبر اور سماع موتی صفحہ ۵۷)

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد نے غرباء اہلِ حدیث کے ایک خطرناک مسئلہ کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا:

”خطرناک مسئلہ ان کا شرکیہ منتروں جنتروں سے دم جھاڑہ کرنے کا ہے۔ یہ فرقہ اس میں مولوی عبد الوہاب صاحب صدری اور ان کے لڑکے مولوی عبد الستار کا پیرو ہے۔ مولوی عبد الوہاب صاحب اپنی زندگی میں کافی عرصے تک اس کی اشاعت کرتے رہے، آخر بغیر توبہ کے فوت ہوگئے۔“

(ظل محمدی صفحہ ۲۰ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

”ان کے بعد ان کے صاحب زادے مولوی عبد الستار کی بھی یہ ہی رَوِش ہے لہذا آپ مولوی صاحب اور کے صاحب زادے کے ”الفاظِ مشرکانہ“ ان کے صحیفہ سے پڑھیں۔“

(ظل محمدی صفحہ ۲۰، ۲۱ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد جونا گڑھی نے غرباء اہلِ حدیث کے امام مولانا عبد الوہاب کے فتویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”جب یہ فتویٰ عوام کے سامنے آیا، اور لوگوں نے پڑھا تو مولوی عبد الوہاب سے لوگوں نے کہا کہ اہلِ حدیث اور شرک؟ کیا قرآن مجید کی آیات اور احادیث کی دعائیں اور علاج معالجے سے مار گزیدہ اور کتے، اور بچھو کے کاٹے ہوئے اور جادو لگے ہوئے کے لیے دم کرنا کافی نہیں، جس سے جناب کو شرک کی لعنت اختیار کرنی پڑی؟“

(ظل محمدی صفحہ ۲۱ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

امام غربائے اہلِ حدیث مولانا عبد الوہاب لکھتے ہیں:

”سانپ، بچھو، کتے وغیرہ زہریلے جانوروں کے کاٹے ہوئے پر شرکیہ الفاظ سے غیر مسلم یا مسلم (جس کو زمانہ جاہلیت سے کوئی رقیہ یاد ہے) دم جھاڑہ کر دے تو مضائقہ نہیں۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی، جمادی الثانی ۱۹۴۶ء بحوالہ ظل محمدی صفحہ ۲۳)

مولانا عبد الوہاب مزید لکھتے ہیں:

”غور طلب یہاں پر یہ ہے کہ اس وقت تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتایا کہ فلاں جگہ جادو مدفون ہے لیکن آج، جب کہ جبرئیل علیہ السلام آکر ہمیں نہیں بتاتے تو لامحالہ جادوگر شرکیہ الفاظ اور شنیعہ افعال کرتے کراتے ہیں اور یہ چیز حرام ہے لیکن ایسی لاچاری مجبوری صورت میں جائز ہے۔“

(حوالہ مذکورہ)

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد نے صحیفہ اہلِ حدیث کی مذکورہ دونوں عبارتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”حضرات! آپ ان کی ان ہفوات کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ مسلم اور غیر مسلم کو شرکیہ الفاظ سے جھاڑ پھونک کی اجازت دے رہے ہیں... (نیز) جادوگروں کو حضرت جبرئیلؑ کا رتبہ عطا فرما رہے ہیں۔“

(ظل محمدی صفحہ ۲۳ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد مزید لکھتے ہیں:

”جب مولوی عبد الوہاب کا تمرّد اس حد تک پہنچ گیا تو دہلی کے اہلِ حدیثوں کی طرف

سے علمائے اہلِ حدیث کی خدمت میں مولوی عبد الوہاب کے یہ صحیفے پیش کئے گئے اور ان سے دریافت کیا گیا کہ ایسے شخص کے متعلق آپ حضرات فرمائیں کہ کیا صحیفے کی یہ عبارتیں شرک باللہ کے دروازے نہیں کھول رہیں ؟ و نیز ایسے شخص کے متعلق آپ حضرات کا کیا فتویٰ ہے ؟ جس پر علماء نے بالاتفاق فتوی دیا کہ: یہ کلمات شرکیہ اور کفریہ ہیں مولوی عبد لوہاب کو ان سے توبہ کر کے موحد ہونا چاہیے ورنہ ان سے مسلمان قطع تعلق کر لیں۔"

(ظل محمدی صفحہ ۲۴ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

جونا گڑھی آگے لکھتے ہیں:

"جن علماء نے ان [امام غرباء اہلِ حدیث مولانا عبد الوہاب (ناقل)] کے متعلق مشرک ہونے کا فتوی دیا، اُن کے نام (یہ) ہیں۔ (۱) مولانا سید ابو الحسن صاحب نبیرہ حضرت میاں صاحب دہلویؒ (۲) مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوریؒ (۳) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (۴) مولانا عبد الواحد صاحب غزنویؒ (۵) مولانا محمد داود صاحب غزنویؒ (۶) مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ (۷) مولانا ابو القاسم صاحب بنارسیؒ (۸) مولانا محمد یوسف صاحب فیض آبادیؒ (۹) مولانا احمد اللہ صاحب محدث دہلویؒ (۱۰) مولانا مولانا شرف الدین صاحب محدثؒ (۱۱) مولانا محمد یونس صاحب قریشی دہلوی (۱۲) مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی (۱۳) مولانا عبد التواب صاحب ملتانی (۱۴) مولانا محمد صاحب سورتیؒ پروفیسر جامعہ ملیہ (۱۵) مولانا عبد الوہاب صاحب آروی (۱۶) مولانا عبد الغفور صاحب غزنویؒ (۱۷) مولانا محمد حسین صاحب غزنویؒ (۱۸) مولانا عبید اللہ صاحب اٹاویؒ (۱۹) مولانا عبد الحکیم صاحب محدث نصیر آبادیؒ (۲۰) مولانا عبد الغنی جودھ پور والے (۲۱) مولانا حکیم حافظ عبید الرحمن صاحب عمر پوریؒ وغیرہ۔ جن کی تعداد ۶۱ ہے، ملاحظہ ہو: متفقہ فتاوی علمائے اہلِ حدیث مطبوعہ آرمی پریس دہلی"

(ظل محمدی صفحہ ۲۵ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

جونا گڑھی مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

"لیکن مولوی عبد الوہاب صاحب پر ان علماء کے فتووں کا کوئی اثر نہ ہوا اور اپنی مولویت پر اُتر آئے اور برابر شرک پر اڑے رہے ... آخر مولوی عبد الوہاب انہیں شرکیہ عقائد کا ارمان

لے کر بغیر توبہ فوت ہو گئے۔ اب اُن کے بعد ان کے صاحب زادے مولوی عبد الستار انہیں باتوں پر اڑے ہوئے ہیں۔"

(ظل محمدی صفحہ ۲۶ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

جوناگڑھی نے غرباء اہلِ حدیث کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا:

"مولوی عبد الوہاب صاحب تو فوت ہو چکے، مگر مولوی عبد الستار اور اُن کے مریدوں کے لیے ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اگر ان میں خوفِ خدا ہے تو ان کو اور اُن کے مریدوں کو چاہیے کہ فوراً توبہ کر کے، اپنا توبہ نامہ صحیفہ میں شائع کر کے اعلان کر دیں کیوں کہ صحیفہ ہی سے شرک کی یہ آواز اُٹھی ہے لہذا اسی میں اعلانِ توبہ بھی ہو ورنہ جو وعیدیں بُت پرستوں اور گور پرستوں وغیرہ پر قرآن مجید میں موجود ہیں، ان سے یہ کب بچ سکتے ہیں؟"

(ظل محمدی صفحہ ۲۸ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

امام خان نوشہروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مولوی عبد الوہاب اسی حسرت کو لے کر قبر میں جا سوئے اور ان کے بعد ان کے خلف الصدق حافظ عبد الستار صاحب اسی "دم جھاڑہ" کا ارمان لئے بیٹھے ہیں مدعی توحید اور اس قسم کے شرک ہائے جلی!۔

الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے

ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں"

(تراجم علمائے حدیث ہند صفحہ ۱۸۳، مکتبہ اہلِ حدیث ٹرسٹ کراچی)

پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد لکھتے ہیں۔:

"شرکیہ **منتر** سے علاج کو عبد الوہاب صدری نے جائز لکھا ہے۔اس کی وجہ سے موصوف پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا گیا۔"

(آئینہ غرباء اہلِ حدیث صفحہ ۱۴ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

صحیفہ اہلِ حدیث میں لکھا ہے:

"مولوی عبد اللہ صاحب روپڑی نے کہا کہ سورج، چاند رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور

سے چمکتے ہیں ہم نے مولوی صاحب موصوف کو کہا کہ یہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ نیز اس عقیدہ کی بابت علمائے کرام سے بھی استفسار کیا گیا انہوں نے بھی اس عقیدہ کے خلاف فتاویٰ دیئے۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی، محرم ۱۴۵۵ھ بحوالہ مظالم روپڑی صفحہ ۴۷)

اخبار محمدی کے ایڈیٹر جناب محمد صاحب نے روپڑی صاحب کے متعلق لکھا:

”یہ مولوی صاحب جھوٹے ہیں، بد عقیدہ ہیں، اسے علم دین بلکہ خود دین سے بھی مس نہیں۔ لہذا ایسے جہلاء کا ہم عقیدہ ہونا اپنا ایمان برباد کرنا ہے۔ یہ عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے، اس کا یہ قول [چاند و سورج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے روشن ہیں۔ (ناقل)] صریح شرک ہے۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۴۸ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا احمد اللہ غیر مقلد (مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی) لکھتے ہیں:

”نور دینے والا سورج چاند وغیرہ میں اللہ سبحانہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے چاند سورج اسی طرح روشن تھے جس طرح اب روشن ہیں۔ ان اوصاف مذکورہ غیر متناہی کے ساتھ اللہ پاک ہی موصوف ہے، دوسرا کوئی نہیں۔ شخص مذکور [مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد (ناقل)] مشرک ہے۔ اس سے پرہیز کرنا لازم ہے جو پرہیز نہیں کریں گے وہ دوزخی ہیں۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۴۹ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا عبید اللہ غیر مقلد (مدرس مدرسہ زبیدیہ دہلی) لکھتے ہیں:

”شخص مذکور فی السوال ملحد بد دین ہے۔ ایسے عقیدہ فاسدہ سے ہر ایک مسلمان کو گریز کرنا لابدی ہے اور جو شخص [مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد (ناقل)] کے ہم خیال ہیں اُن سے اجتناب کرنا واجب ہے کیوں کہ ایسے عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ ایسے عقیدہ والوں سے اللہ عزوجل ہر ایک مسلمان کو بچائے۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۵۰ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا عبید اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”خالق آسمان وزمین سورج اور چاند تاروں کا اللہ تعالیٰ ہے ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالق اور رب نہیں ہیں۔ یہ اللہ کی صفتیں ہیں (اور) جو اللہ کی صفت میں رسول، نبی، ولی کو شریک کرے وہ مسلمان نہیں رہتا، مشرک ہو جاتا ہے، صورتِ مذکورہ سوال میں جس مولوی [عبد اللہ روپڑی غیر مقلد (ناقل)] کا ذِکر ہے، بے علم ہے، عقیدہ شرکیہ رکھتا ہے۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۴۹ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا نور محمد غیر مقلد (مدرسہ مدرسہ اوڈاں) لکھتے ہیں:

”جس عمرو، بکر، زید وغیرہ کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کے نور سے سورج چمکتا ہے نبی کے نور سے نور دیا گیا... الغرض جس شخص کا (بھی) یہ عقیدہ ہو وہ شخص کھلم کھلا مشرک ہے۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۵۱ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد یوسف نجاوری غیر مقلد (مدرس مدرسہ اوڈاں) مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد کے متعلق لکھتے ہیں:

”بلاشک وشبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مرتد وملحد خارج عن الاسلام ہے اور پکا مشرک ہے، اس پر جنت حرام ہے... (جو) کسی نبی، ولی، بزرگ کی شان میں ایسا عقیدہ رکھتا ہے جو خدا واحد کی شان میں رکھتا تھا اور اس کو منوّر شمس وقمر یا روشن ضمیر سمجھتا ہے تو واقعی فی الحقیقت ایسا شخص مشرک، مرتد اور اکفر ہے۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۵۱ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا عبد الرحمن منیجر صحیفہ اہلِ حدیث نے روپڑی صاحب کے متعلق لکھا:

”واقعی شخص مذکور شریعتِ محمدیہ کی رو سے مشرک، کافر، خارج عن الاسلام ہے چاہیے کہ توبۃ النصوح کرے ورنہ یاد رکھے کہ خاتمہ دین اسلام پر نہیں ہو گا یہود ونصاریٰ کی موت مرے گا۔ اگر شخص مذکور اس عقیدہ مشرکانہ کی کوئی تاویل فاسدہ کرے تو شریعت غرّہ کے نزدیک ہرگز معتبر نہیں۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۵۲ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غیر مقلدین کی کتابوں میں شرکیہ عبارات کا ہونا ہم نے فضائل اعمال جلد اول اعتراض: ۸۳ کے جواب میں بھی نقل کر دیا ہے۔

مولانا عصمت اللہ نظامانی صاحب حفظہ اللہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

مولانا عبد الحی لکھنویؒ کے تفردات اور ترکِ تقلید: ایک جائزہ

مولانا عبد الحی لکھنویؒ برِ صغیر کے جلیل القدر محدث، بلند پایہ فقیہ اور مضبوط علمی استعداد کے مالک تھے۔ ان کو علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں میں کامل مہارت حاصل تھی۔ وقت کے بڑے بڑے علماء ومشائخ بھی ان سے استفادہ کرتے تھے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ان کو تصنیف وتالیف کا ذوق اور فنِ تحریر کا ملکہ بھی خوب عطا کیا تھا، چنانچہ حدیث، فقہ، اصول، صرف ونحو اور دیگر علوم وفنون میں ایک سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں [۱]، جن میں سے بعض ضخیم اور کئی مجلدات پر مشتمل ہیں۔

تاہم جیسا کہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض جلیل القدر اہل علم سے تفردات کا صدور ہوتا ہے، اور وہ اپنی تحقیق کی بنا پر جمہور سے ہٹ کر رائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے بھی کچھ آراء، خصوصاً بعض فقہی مسائل میں جمہور احناف سے ہٹ کر رائے اختیار کی ہے، اور چند مسائل میں دیگر مذاہب مثلاً مالکیہ وشافعیہ وغیرہ کو راجح قرار دیا ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنوی کے ان تفردات کو لے کر بعض حضرات ان پر ترکِ تقلید کا الزام لگاتے ہیں، اور انہیں غیر مقلدین کی طرف مائل گردانتے ہیں۔ درجِ ذیل تحریر سے معلوم ہوگا کہ مولانا عبد الحی لکھنویؒ حنفی تھے، تارکِ تقلید نہیں تھے، اور یہ کہ ان کے تفردات سے ان پر کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔

مولانا عبد الحی لکھنوی کے تفردات:

مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے متعدد فقہی مسائل میں تفرد وشذوذ اختیار کیا، ان میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں۔

1۔۔۔ علامہ عبد الحی لکھنوی کے نزدیک وضو سے قبل تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا واجب ہے [۲]۔ جبکہ جمہور احناف کے نزدیک مستحب، اور زیادہ سے زیادہ مسنون ہے۔ [۳]

2۔۔۔ علامہ لکھنویؒ کے تفردات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے [۴]۔ جبکہ جمہور احناف کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [۵]

3۔۔۔اکثر احناف کے نزدیک بالغ مرد کے لیے نابالغ بچہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں، نہ فرض نماز اور نہ ہی تراویح وغیرہ(۶) جبکہ مولانا عبد الحی لکھنویؒ کے نزدیک تراویح میں نابالغ بچہ مرد حضرات کی امامت کرا سکتا ہے۔(۷)

4۔۔۔مولانا عبد الحی لکھنویؒ کے تفردات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک اکیلی خواتین کی جماعت بلا کراہت جائز ہے۔(۸) حالانکہ جمہور احناف کے نزدیک صرف خواتین کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔(۹)

5۔۔۔جمہور احناف کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی حضرات کے لیے سورت فاتحہ یا کسی دوسری سورت کی قرائت کرنا جائز نہیں، خواہ نماز جہری قرائت والی ہو یا سرّی قرائت والی ہو۔(۱۰) مولانا عبد الحی لکھنویؒ اس مسئلہ میں بھی متفرد ہیں، ان کے نزدیک سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔(۱۱)اسی طرح اور بھی کئی مسائل ہیں جن میں مولانا عبد الحی لکھنویؒ جمہور احناف سے ہٹ کر الگ رائے رکھتے ہیں۔

تفردات و شذوذات کا اجمالی جائزہ:

سب پہلے یہ بات ملحوظ رہے کہ فقہی تفردات کے سلسلے میں مولانا عبد الحی لکھنوی اکیلے نہیں، ان سے قبل دیگر فقہائے احناف، بلکہ حضرات صحابہ نے بھی بعض مسائل میں جمہور سے ہٹ الگ موقف اختیار کیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا سونا وچاندی جمع کرنے کو ناجائز قرار دینا، ان کا شذوذ تھا، جس سے دیگر صحابہ کرام متفق نہیں تھے۔(۱۲)حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بالغ مرد کو دودھ پلانے پر حرمتِ رضاعت کے ثبوت کا کہنا بھی ان کا تفرد تھا۔(۱۳)

نیز قربانی صرف دسویں ذوالحجہ کو صحیح قرار دینا داوٗد ظاہری کے تفردات میں سے ہے۔(۱۴) کھجور سے افطاری واجب قرار دینا علامہ ابنِ حزم کا شذوذ ہے، چنانچہ حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں: " **وقد شذ ابن حزم فأوجب الفطر على التمر** "(۱۵)یعنی علامہ ابن حزم نے شذوذ اختیار کیا ہے اور کھجور پر افطار کو واجب قرار دی ہے۔

اسی طرح کئی فقہائے کرام اور اہل علم سے فقہی مسائل میں تفردات کا صدور ہوا ہے اور انہوں نے جمہور سے ہٹ کر موقف اختیار کیا ہے۔ان تفردات کی وجہ سے ان پر کسی قسم کی تنقید یا الزام نہیں لگایا گیا؛ کیونکہ ان فقہی شذوذات کا صدور علمی دلائل کی وجہ سے ہوا ہے۔ زیغ وضلال، فکری کجروی یا علمی ناپختگی کی بنا پر

نہیں ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ جمہور کا مسلک قوی دلائل سے ثابت ہونے کی وجہ سے ان تفردات پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مولانا عبد الحی لکھنوی پر بھی ان کے فقہی تفردات کی وجہ سے کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

دوسری بات یہ کہ مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے جن مسائل میں تفرّد اختیار کیا ہے، ان میں سے اکثر ایسے ہیں جنہیں احناف میں سے کسی فقیہ وغیرہ نے اختیار کیا ہے، ایسے تفردات بہت کم ہیں جن میں وہ بالکل متفرد ہوں، اور ان سے قبل احناف میں سے کسی فقیہ نے وہ قول اختیار نہ کیا ہو۔

چنانچہ وضو سے پہلے تسمیہ کے وجوب کا قول فقہائے احناف میں سے علامہ ابنِ ہمام نے اختیار کیا ہے۔[١٦]

تراویح میں نابالغ کی اقتداء کا جواز احناف میں سے مشائخ بلخ سے منقول ہے۔[١٧]

صرف خواتین کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے جواز کی طرف علامہ ابن ہمام مائل ہیں۔[١٨]

سرّی نماز میں فاتحہ خلف الامام کے استحباب کی جانب امام ابو حفص کا میلان ہے، اسی طرح امام محمد سے بھی اس سے متعلق ایک روایت منقول ہے۔[١٩]

اسی طرح دیگر تفردات میں بھی فقہائے احناف میں سے کسی نہ کسی فقیہ وغیرہ کا قول موجود ہے۔ مولانا عبد الحی لکھنوی کے ایسے بہت ہی کم تفردات ہوں گے جن میں احناف میں سے کسی کا قول نہ ہو۔

غیر مقلد حضرات پر نقد و تنقید:

مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے ادب و اخلاق کے دائرہ میں رہتے ہوئے غیر مقلد حضرات کے متعدد بڑے علماء سے تحریری مباحثے و مناظرے کیے، اور ان پر علمی نقد و تنقید کی۔ ذیل میں بعض علماء کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1۔۔۔ نواب صدیق حسن خان قنوجی (ت:۱۳۰۷ھ): اپنے دور کے مشہور اہلِ حدیث عالم اور ترکِ تقلید کی طرف داعی تھے۔ ان سے مولانا عبد الحی لکھنویؒ کے مباحثے اور رد و تنقید ہوتی رہتی تھے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب "**اتحاف النبلاء**" میں علامہ ابنِ ہمامؒ کو "متعصب حنفی" قرار دیا تو مولانا لکھنویؒ نے اس پر نقد کرتے ہوئے تحریر فرمایا: "**وهو كذب وزور، فإنه من المحقيقين**"[٢٠] یعنی یہ قول سراسر جھوٹ ہے؛ کیونکہ ابن ہمام محققین میں سے ہیں۔

اور نواب صدیق حسن خان کی کتاب "**الحطة**" میں موجود غلطی پر نشاندھی کرتے ہوتے تحریر فرماتے ہیں:

ومن عجائب زلة القدم وطغيان القلم ما وقع فى الحطة فى ذكر الصحاح الستة۔۔۔إلخ[٢١]

ترجمہ: قدم کی لغزش اور قلم کی سرکشی کے عجائب میں سے ایک وہ ہے جو "**الحطة فی ذکر الصحاح الستة**" نامی کتاب میں ہے۔۔ الخ

ایک جگہ نواب صدیق حسن خان کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

يعلم من طالعها أن مؤلفها لم يقصد إلا جمع الرطب واليابس كجمع الغافل والناعس، لا تنقيح الأمور التي يجب تنقيحها، ولا تحقيق الأمور التي يجب تحقيقها، وفيها مسائل بشعة شاذة، ودلائل مطروحة ومخدوشة وأغلاط فاحشة. (۲۲)

ترجمہ: جس شخص نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا، اس کو معلوم ہوگا کہ ان کے مؤلف نے محض رطب و یابس جمع کرنے کا ہی قصد کیا ہے، غافل اور اونگھنے والے آدمی کے جمع کرنے کی طرح۔ جن امور کی تنقیح واجب ہے، ان کی تنقیح نہیں۔ جن کی تحقیق لازم ہے، ان کی تحقیق نہیں۔ ان میں متعدد نامناسب مسائل و تفردات ہیں، اور کمزور و غیر مضبوط دلائل ہیں، اور بہت سی فاحش غلطیاں ہیں۔

مولانا عبد الحی لکھنویؒ کی یہ تنقید وغیرہ خالص نیک نیتی پر مبنی تھی، لیکن نواب صدیق حسن خان نے اسے تعصب پر محمول کیا، جیسا علامہ لکھنوی فرماتے ہیں:

وقد كنت أردت أن أترك التعقبات عليه لما سمعت أنه يحزن منها، ويحملها على التعصب والعناد. (۲۳)

ترجمہ: میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان (نواب صدیق حسن) پر تعقّبات واعتراضات کرنا ترک کردوں گا؛ کیونکہ میں نے سنا تھا کہ ان سے وہ غمگین ہوتے ہیں اور انہیں تعصب وعناد پر محمول کرتے ہیں۔

لیکن جب نواب صاحب کے متعلقین میں سے بعض حضرات نے علامہ لکھنوی کی بیان کردہ اغلاط اور تنقید کا جواب لکھا تو مولانا لکھنویؒ نے بھی "**إبراز الغي الواقع في شفاء العي**" لکھ کر اس کا بہترین انداز میں جواب دیا۔

پھر جب نواب صاحب کی طرف سے ان کے ایک متعلق نے علامہ لکھنوی کی اس کتاب کا جواب لکھا جس کا نام "**تبصرة الناقد في رد كيد الحاسد**" رکھا۔ علامہ لکھنوی نے اس کا بھی رد اور جواب لکھا، اور "**تبصرة الراشد برد تبصرة الناقد**" نامی کتاب تصنیف فرمائی۔

2۔۔۔ علامہ محمد بشیر سہوانی (ت ۱۳۲۳ھ): ابتدا میں حنفی تھے، لیکن بعد میں غیر مقلد ہو گئے تھے، محدث نذیر حسین دہلوی سے خصوصی استفادہ کیا تھا۔ نواب صدیق حسن خان بھی ان کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ صاحبِ **نزهة الخواطر** تحریر فرماتے ہیں: "**وكان السيد صديق حسن القنوجي يحترمه غاية الاحترام**"[۲۴]

سن ۱۲۸۸ھ میں انہوں حج کیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت نہیں کی، بعض اہلِ علم نے ان پر اس کی وجہ سے کچھ تنقید کی تو انہوں نے "**القول المحقق المحكم في زيارة قبر الحبيب الأكرم**" نامی کتاب لکھی، اور اس میں ثابت کیا کہ حضور ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت ایک مستحب امر ہے، لازم نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے جواب میں علامہ لکھنوی نے "**الكلام المبرم في نقض القول المحقق المحكم**" لکھ کر ثابت کیا کہ روضۂ اقدس کی زیارت لازم وواجب ہے۔

پھر اس کے رد میں علامہ سہوانی نے "**القول المنصور في زيارة سيد القبور**" نامی رسالہ لکھا تو علامہ لکھنویؒ نے اس کا جواب بھی تحریر فرمایا، جس کا نام "**الكلام المبرور في رد القول المنصور**" رکھا۔

بعد ازاں کافی عرصے کے بعد اس سلسلے میں تیسرا رسالہ "**المذهب المأثور في زيارة سيد القبور**" تحریر کیا تو علامہ لکھنویؒ نے اس کا جواب بھی لکھا، جس کا نام "**السعي المشكور في رد المذهب المأثور**" رکھا۔[۲۵]

الغرض غالی قسم کے غیر مقلد حضرات حضور ﷺ کی قبرِ اطہر کی زیارت کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دیتے، بلکہ بعض حضرات اس کے لیے مستقل سفر کرنے کو ناجائز کہتے ہیں، لیکن علامہ لکھنویؒ کا موقف اس سلسلے غیر مقلدین کے قطعی خلاف تھا، اور وہ روضہ اطہر کی زیارت کو لازم قرار دیتے تھے۔ جیساکہ علامہ سہوانی کے رسائل کے جواب اور جواب الجواب سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔

3۔۔۔ محمد حسین بٹالوی (ت:۱۳۳۸ھ)، مشہور غیر مقلد عالم ہیں، ابتداء میں ائمہ اربعہ کے مقلدین، خصوصاً احناف پر سخت تنقید کرتے تھے، لیکن بعد میں اعتدال کی طرف مائل ہونے لگے۔ انہوں نے بھی علامہ لکھنویؒ سے استفادہ کیا ہے، اور اصولِ حدیث وغیرہ سے متعلق چند سوالات علامہ لکھنوی کی خدمت میں پیش کیے جن کا مفصل جواب علامہ لکھنوی نے دیا، اور اس کا نام "**الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة**" رکھا۔[۲۶]

مولانا عبد الحی لکھنوی اور امام ابو حنیفہ کا دفاع:

علامہ عبد الحی لکھنویؒ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بہت محبت وعقیدت رکھتے تھے، اور ان کا دفاع کرتے اور مخالفین کی طرف سے لگائے گئے الزامات واعتراضات کا دندان شکن جواب دیتے تھے، بلکہ اس سلسلے میں بسا اوقات ان کے قلم سے کچھ سخت الفاظ کا صدور بھی ہوتا تھا، چنانچہ امام صاحب کے دفاع سے متعلق علامہ لکھنویؒ کی بعض عبارات حسبِ ذیل ہیں۔

1۔۔ مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے علامہ ابنِ خلدون کی طرف منسوب قول (امام ابو حنیفہؒ کو صرف سترہ احادیث یاد تھیں) عمدہ طریقے اور جاندار اسلوب میں رد کیا اور پھر تحریر فرمایا:

ولعمری لیس هذا القول إلا کالقول بأن البخاری لم تکن له مهارة فی الحدیث، وأن مسلما لم یکن معتبرا فی روایة الحدیث، وغیر ذالك من الأقوال التی تشهد ببطلانها شهادة العیان، وإقامة البرهان وحذاقة الوجدان. (۲۷)

ترجمہ: یہ قول ایسا ہی کہ جیساکہ امام بخاری کے متعلق یہ کہا جائے کہ انہیں حدیث میں مہارت نہیں تھی، یا امام مسلم روایتِ حدیث میں قابلِ اعتبار نہیں، اور اس قسم کے دیگر اقوال جن کے باطل ہونے پر مشاہدہ، دلیل اور وجدان سب گواہ ہیں۔

2۔۔ مولانا لکھنویؒ نے ایک جگہ یہ بیان کیا ہے کہ بعض حضرات نے حدیث قبول کرنے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی اسے کتاب کے بجائے حفظ بیان کرے، اور ان میں امام ابو حنیفہ بھی ہیں۔ بعد ازاں علامہ لکھنویؒ لکھتے ہیں:

ومن ثم قلت روایات الإمام أبی حنیفة بالنسبة إلی غیره من المحدثین، وهذا ینبیء عن شدة ورعه وغایة احتیاطه، وقد خبط جمع من علماء زماننا فعدوه من ماعیبه. (۲۸)

ترجمہ: اسی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کی روایات دیگر محدثین کی بنسبت کم ہیں، اور یہ بات ان کی انتہائی تقوی واحتیاط کی خبر دیتی ہے۔ ہمارے زمانے کے علماء کی ایک جماعت خبط میں مبتلیٰ ہوئی ہے اور اسے (قلتِ روایات کو) امام صاحب کے عیوب میں شمار کیا ہے۔

3۔۔ اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"**فکون أبی حنیفة ثقة ظاهر، لم ینکره إلا متعصب أو غافل جائر**"(۲۹) یعنی امام ابو حنیفہ کا ثقہ ہونا ظاہر ہے۔ صرف متعصب یا غافل وظالم شخص ہی اس کا انکار کر سکتا ہے۔

4۔۔نواب صدیق حسن خان نے امام ابو حنیفہؒ پر زبانِ طعن دراز کی تھی، اور ان پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے تھے، چنانچہ اس سلسلے میں علامہ لکھنویؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

ومن العجائب المزخرفة قول بعض أفاضل عصرنا، وهو النواب المعزول البهوفالى السيد القنوجي فى تصانيفه۔۔۔أن أبا حنيفة بضاعته فى الحديث مزجاة، وأنه لم ير أحداً من الصحابة۔۔۔ولعمري يجب على جميع المسلمين الرد عليها وإبطالها، ولقد جوزي بها قائلها بالعزل والذلة. [۳۰]

ترجمہ: عجیب ومزخرف (ملمع سازی کی ہوئی) باتوں میں سے ہمارے زمانے کے ایک فاضل کا قول ہے، اور وہ معزول بھوپالی نواب سید قنوجی ہے۔۔۔ وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ کی حدیث میں پونجی کھوٹی تھی، اور یہ کہ انہوں نے کسی ایک صحابی کی زیارت بھی نہیں کی۔۔اِلخ، بخدا! تمام مسلمون پر ان کا رد وابطال لازم ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے قائل (نواب صاحب) کو معزولی اور رسوائی کے ساتھ ان باتوں کا بدلہ بھی دیا گیا۔

اسی طرح مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے اپنی تصانیف میں کئی مقامات پر امام ابو حنیفہؒ کا دفاع کیا، اور ان کے مخالفین پر سخت قسم کی تنقید کی۔ لہٰذا علامہ لکھنوی کو غیر مقلد قرار دینا یا ترک تقلید کی طرف مائل سمجھنا درست نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علامہ عبد الحی لکھنویؒ سے تفردات کا صدور ہوا ہے، اور متعدد فقہی مسائل میں انہوں نے جمہور احناف سے ہٹ کر الگ رائے اختیار کی ہے، جس پر عمل کرنا ضروری نہیں، لیکن اس کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جاسکتا، اور نہ ہی ترکِ تقلید کی طرف انہیں منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان کی تصانیف کا بغائر مطالعہ کیا جائے تو علامہ لکھنوی ایک معتدل اور غیر متعصب حنفی نظر آئیں گے، اور انہیں ترکِ تقلید کی طرف منسوب کرنا یقینی طور پر ایک خلافِ واقع امر معلوم ہو گا۔

حواشی وحوالہ جات

[۱] الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل للكنوى، (ص:۲۱)، تحقيق: عبد الفتاح أبوغدة، الناشر: المكتبة الوحيدية

[۲] إحكام القنطرة فى أحكام البسملة للكنوى، (ص:۳۳)، ضمن مجموعة رسائل اللكنوى، (۱/۲۵)، الناشر: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى

[۳] المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى لابن مازه، (۱/۴۲)، الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت، ط:۱۴۲۴ھ-۲۰۰۴م

[۴] التعليق الممجد على مؤطا محمد للكنوى، (۱/۲۳۸)، الناشر: دار القلم، دمشق

[۵] المبسوط للسرخسى، (۱/۸۰)، الناشر: دار المعرفة-بيروت، ط:۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳م

[۶] البحر الرائق شرح كنز الدقائق لابن نجيم، (۱/۳۸۱)، الناشر: دار الكتاب الإسلامى

[۷] نفع المفتى والسائل للكنوى، (ص:۱۲۳)، ضمن مجموعة رسائل اللكنوى، (۴/۲۵۶)

[۸] تحفة النبلاء فيما يتعلق بجماعة النساء للكنوى، (ص:۲۳)، ضمن مجموعة رسائل اللكنوى (۵/۲۳۳)

[۹] البحر الرائق شرح كنز الدقائق لابن نجيم، (۱/۳۷۲)

[۱۰] الهداية شرح بداية المبتدى للمرغينانى، (۱/۵۶)، الناشر: دار إحياء التراث العربى، بيروت

[۱۱] إمام الكلام مع غيث الغمام للكنوى، (ص:۲۶۷)، ضمن مجموعة رسائل اللكنوى (۳/۲۶۷)

[۱۲] عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، (۸/۲۴۸)، الناشر: دار إحياء التراث العربى-بيروت

[۱۳] سنن أبى داود، كتاب النكاح، باب فى من حرم به }إرضاع الكبير{، (۲/۱۸۰)، رقم الحديث:۲۰۶۳، الناشر: دار الغرب الإسلامى-بيروت

[۱۴] فتح البارى لابن حجر، (۱۰/۸)، الناشر: دار المعرفة، بيروت

[۱۵] المصدر السابق، (۴/۱۹۸)

[۱۶] فتح القدير لابن الهمام، (۱/۲۴)، الناشر: دار الفكر

[۱۷] المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى لابن مازه، (۱/۴۰۷)

[۱۸] فتح القدير لابن الهمام، (۱/۳۵۴)

[۱۹] المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى لابن مازه، (۱/۳۰۵)

[۲۰] حاشية النافع الكبير للكنوى، (ص:۱۵)، ضمن مجوعة رسائل اللكنوى، (۳/۲۹۵)
[۲۱] التعليقات السنية على الفوائد البهية للكنوى، (۲۸۳-۲۸۴)، الناشر: المكتبة الحقانية
[۲۲] إبراز الغى الواقع فى شفاء العى للكنوى، (ص:۳)، ضمن مجوعة رسائل اللكنوى، (۳/۲)
[۲۳] المصدر السابق، (ص:۵)
[۲۴] نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، عبد الحى الحسنى، (۸/۱۳۵۳)، الناشر: دار ابن حزم-بيروت، ط:۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م
[۲۵] الإمام عبد الحى اللكنوى علامة الهند وإمام المحدثين والفقهاء، ولى الدين الندوى، (ص:۳۱۲)، الناشر: دار القلم-دمشق، ط:۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵م
[۲۶] الأجوبة الفاضلة للأسئلة الكاملة للكنوى، (ص:۱۵)، الناشر: دار الكتب للنشر والتوزيع، ط:۱۴۳۹ھ-۲۰۱۸م
[۲۷] غيث الغمام على حواشى إمام الكلا، (ص:۱۷۵)، ضمن مجموعة رسائل اللكنوى (۳/۱۷۵)
[۲۸] ظفر الأمانى بشرح مختصر السيد الشريف الجرجانى للكنوى، (ص:۵۲۵)، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية-بيروت، ۱۴۱۶ھ
[۲۹] غيث الغمام على حواشى إمام الكلا، (ص:۱۷۲)
[۳۰] المصدر السابق، (ص:۱۷۷)

مولانا عبد الجبار سلفی صاحب مدظلہ العالی

وحدت امت یا مردہ ضمیروں کا قبرستان؟

جناب آغا جواد نقوی صاحب کی کراچی میں بپا کردہ **"وحدت امت کانفرنس"** میں ایک بار پھر دیوبندی بریلوی اور اہل حدیث مکاتب سے تعلق رکھنے والے مردہ ضمیر اور نام نہاد سنی سر اٹھا کے شریک ہوئے ہیں چنانچہ مسلک اہل حدیث کے ایک بزرگ عالم مولانا عبد الغفار صاحب روپڑی نے چہک چہک کے اپنی پیتا سناتے ہوئے کہا کہ

"میں اور آغا جواد نقوی صاحب لاہور سے ایک ہی فلائیٹ سے کراچی اترے ہیں۔ اور انہوں نے مجھے وحدت امت کانفرنس میں آنے کی دعوت دی تو میں نے بسر و چشم قبول کر لی اور یہ میرے لئے سعادت ہے"

مسلک اہل حدیث کے ایک قدیمی خانوادہ کے یہ کوزہ پشت بزرگ اس قدر لہک لہک کے ایک شاطر رافضی کی مدح سرائی کر رہے تھے کہ ان کی دینی غیرت گویا کسی جنس خبیث کی بانہوں میں اٹک کر رہ گئی ہو اور وہ خود کسی برگ آوارہ کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھر رہے ہوں۔ مسلک اہل حدیث ہی کے ایک دوسرے بزرگ جو خیر سے "سید اور شاہ" کے لاحقہ و سابقہ سے معروف ہیں یعنی مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بھی کلُ کی کلُ متاع دینی اپنی جناح کیپ میں لپیٹ کر رافضیوں کی نام نہاد وحدت کانفرنس پہ نچھاور کر آئے۔ جب کہ دیوبندی کہلوانے والے سب سے زیادہ مُردہ و بے حس نکلے۔ چنانچہ منظر الحق تھانوی شکل کے ایک مولانا نما صاحب کی آنکھیں دشمن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حسن تقیہ پرور پہ اس قدر للچائیں کہ انہوں نے کہا

"میں آج سے جناب آغا صاحب جواد نقوی کو اپنا امام مانتا ہوں"

روشنیوں کے شہر میں منعقدہ اس **"وحدت امت کانفرنس"** میں ان بے ضمیر و بے حس اور سنی غیرت و عزت سے کُلی طور پہ محروم لوگوں کی باتیں سن کر یوں لگ رہا تھا جیسے کرہ ارض پر "اہل سنت" نام کا کوئی طبقہ موجود نہیں۔ واقعی مردہ ضمیری کس قدر خوفناک ہوتی ہے کہ ہنستے بستے کروڑوں انسانوں کے درمیان گنتی کے چند بے ضمیر لوگوں کی نحوست سبھی کو **"قبرستان آشنا"** کر دیتی ہے۔ اس وحدت امت کانفرنس میں "جماعت اسلامی" کی مرکزی قیادت بھی شریک ہوئی ہے اور انہیں شریک ہونا چاہیے تھا۔ ان سے ہمارا کوئی گلہ نہیں بنتا۔ کیونکہ ایران میں خمینی صاحب کے رافضیانہ انقلاب کے بعد پاکستان میں سب سے زیادہ رفض کے لئے زمین زرخیز کرنے

والی یہی جماعت تھی۔ اسعد گیلانی صاحب نے تو نصر اللہ عزیز کی معاونت سے خمینی صاحب کی کتاب "**الحکومة الاسلامیة**" کے عربی ایڈیشن کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا۔ اور باقاعدہ جماعت اسلامی کی جانب سے وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت بھی کی گئی تھی۔ اور اس ضمن میں جماعت کے بعض ذمہ داران نے اس وقت کے امیر جماعت میاں طفیل محمد مرحوم کو خطوط بھی لکھے تھے کہ جماعت اسلامی کیوں شیعیت کے ہاتھوں نیلام کر دی گئی ہے؟ اور یہ جماعت ویسے بھی ہر گمراہ فرقے کو اپنا "**سسرال**" سمجھتی ہے۔ کسی زمانہ میں بزرگ سیاست دان ولی خان نے ایک ظریفانہ جملہ کَسِے ہوئے کہا تھا کہ

"جماعت اسلامی حق و باطل کے مابین ایک معیار کا نام ہے یعنی جس طبقہ کی جانب اس جماعت کا جھکاؤ ہو گا وہ سو فیصد باطل پہ ہو گا"

جناب آغا جواد صاحب نقوی کے دائیں بائیں منڈلانے والی یہ اہل سنت کی "کالی کالی بلائیں" کیا وضاحت کر سکتی ہیں کہ رافضیت و اہل سنت کے درمیان یہ وحدت کے ٹانکے لگانے کے لئے خاندان شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ آگے کیوں نہیں بڑھا؟ وابستگان دار العلوم دیوبند کیا اس وحدت کے جذبات سے محروم تھے؟ مولانا احسان الہی ظہیر مرحوم اور بریلوی مکتب کے ماضی قریب کے جید علماء کرام نے بجائے یہ وحدت کا پنسار خانہ کھولنے کے ان کی تردید میں کتابیں کیوں لکھیں؟ مباحثے کیوں کئے؟ تحریکیں کیوں چلائیں؟ کیا آج جناب نقوی صاحب نے اپنا "**عقیدہ امامت**" ترک کر دیا ہے جسے اکابرین اسلام نے متصادم عقیدہ ختم نبوت قرار دیا؟ کیا ان لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے **مقدس و معتبر** کفن کھینچ کھینچ کر تفرقے ڈالنے کی روش ترک کر دی ہے؟ آج اہل سنت مقدسات کے ادب کا جھانسہ دے کر ہمارے ان بزرگوں کو اپنے دستر خوان کے ٹکڑے ڈالنے والے جناب نقوی صاحب نے کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین و تکفیر پہ زندگیاں تج دینے والے اپنے امامیہ اسلاف سے اعلان برات کر دیا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر آپ "وحدت امت" کا شوق پورا کرنے کے لئے اہل سنت کے سواد اعظم کو مجتمع کرنے پہ اپنا لہو پسینہ صرف کیوں نہیں کرتے؟ آج ایک رافضی شاطر کے ساتھ ایک جہاز میں سفر کر کے خوشی سے بغلیں بجانے والے امام اعظم علی الاطلاق سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نام سن کر تو اپنی آنتیں باہر نکال بیٹھتے ہیں۔ بریلوی حضرات پہ شرک شرک کے پہاڑوں پہ پہاڑے پڑھ ڈالتے ہیں۔ علمائے دیوبند کے تذکرے سن کر ان کے چہرے زرد پڑ جاتے ہیں۔ تھانوی کی نسبت لگانے والے یہ صاحب جو شاید اپنے ہی ہم مسلک اکابرین کی ایک جماعت کا نام سننا بھی پسند نہ کرتے ہوں۔ مگر آج وہ ایک دشمن صحابہ

رافضی کو اپنا "امام" بنانے کا فخریہ اظہار کر رہے ہیں۔ در حقیقت یہ وحدت امت کانفرنس کے نام سے افکار اہل سنت کا قبرستان بننے جارہا ہے۔ ہم ایک بار پھر درد دل کے ساتھ عوام کو خبردار کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ اپنا مالی تعاون ترک کر دیں۔ ان کی مسجدوں کی امامت کا کھلا بائیکاٹ کر دیں۔ ان کی ہر ممکن بھرپور حوصلہ شکنی کریں اور اصلاح کے جذبوں سے ہر وہ طریقہ اپنائیں جس سے ان کی واپسی ممکن ہو سکے۔ روافض کے ساتھ وحدت کے سہانے سپنے دیکھنے والے یہ مردہ ضمیر لوگ دراصل امت مرحومہ کے دل و دماغ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بچی کھچی محبت کا رشتہ بھی نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور بس! اس سے زیادہ ان کے کوئی مقاصد نہیں ہیں۔

دیکھو تو دل فریبئ انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

(لاہور، 13 جنوری 2023ء قبل از نماز جمعۃ المبارک)

مفتی مبصر خان سلیمی الحنفی حفظہ اللہ

کیا اللہ کی طرف فعل کی نسبت جائز نہیں؟

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ کی طرف فعل کی نسبت جائز نہیں بلکہ کفر کا خطرہ ہے۔ حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب التوحید" میں باب قائم کیا ہے

"باب ماجاء فی تخلیق السموات و الارض و غیرھا من الخلائق وھو فعل الرب امرہ۔

اسی طرح قرآن مجید میں جابجا فعل کی نسبت اللہ کی طرف ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اللہ کی طرف فعل کی نسبت جائز نہیں۔ بلکہ درست قول یہ کہ اللہ کی طرف فعل کی نسبت جائز ہے لیکن کسب کی نسبت جائز نہیں۔

محترم رب نواز بھٹی صاحب حفظہ اللہ (بسلسلہ غیر مقلدین قرآن وسنت کی کسوٹی پر)

غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت

(قسط:۱)

”و تکفرون ببعض“ کا مصداق

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد اپنے مضمون ”ہر اہلِ حدیث کے نام: پڑھیے اور سوچیے!“ میں لکھتے ہیں:

”آج ہمارا کردار وہ ہو گیا ہے جو کبھی یہودیوں کا تھا کہ دین کے کچھ حصہ پر عمل ہو گیا، کچھ پر نہیں۔ جو مسئلہ دل کو اچھا لگا اور آسان ہو اور ہماری دنیا داری میں مخل نہ ہو اس کو مان لیا، ورنہ نہیں۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**افتؤمنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض**﴾[۲:البقرۃ:۸۵] اے یہودیو! تمہارا یہ کیا کردار ہے کہ تم دین کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں۔ یاد رکھو ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی عذاب۔ ہماری ذلت و رسوائی کا سبب یہی ہے کہ ہم آمین، رفع الیدین کے تو اہلِ حدیث ہیں، معاشرت، معیشت اور سیاست کے اہلِ حدیث نہیں۔ جب عمل اور کردار کا یہ حال ہو تو بلند بانگ دعاوی کچھ نہیں کرتے۔ یہود ﴿**نحن ابناء اللہ و احباءہ**﴾[۵:المائدہ:۱۸] کا دعویٰ کرتے تھے، اللہ نے ان کے کھوکھلے دعووں پر فرمایا ﴿**یااھل الکتب لستم علی شیء حتی تقیموا التوراۃ... الخ**﴾[۵:المائدہ:۶۸] اے اہلِ کتاب! جب تک تم اللہ کے دین کو قائم نہ کرو، تمہارا کوئی دین ایمان نہیں۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۵۸۲، مکتبہ اسلامیہ)

اہلِ حدیثوں کو دعوتِ ایمان

بہاول پوری صاحب لکھتے ہیں:

”اب ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے پہلے اہلِ حدیث کو اہلِ حدیث بنایا جائے کیوں کہ آج اہلِ حدیث، اہلِ حدیث نہیں ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

فرمایا ہے : ﴿یایھاالذین آمنوا آمنوا باللہ و رسولہ﴾[۴:نساء: ۱۳۶]اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اپنے ایمان کو اپنے دعوے کے مطابق درست کرو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر صحیح طریقہ سے ایمان لاؤ۔ اے رسمی اور نام کے اہلِ حدیثو! صحیح معنیٰ میں اہلِ حدیث بنو۔ حدیث کے مطابق اپنے عمل اور کردار کو درست کرو۔"

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۵۸۴، مکتبہ اسلامیہ)

واعتصموا بحبل للہ جمیعا کی مخالفت

بہاول پوری صاحب "اہلِ حدیث کو دعوت حق واتحاد" مضمون میں لکھتے ہیں:

"اگر اہلِ حدیث، اہلِ حدیث ہوتے اور قرآن و حدیث ان کا موقف ہوتا تو ضرور اُن میں اتحاد ہوتا۔ اصل میں اہلِ حدیث کے ہاتھ سے اب اتحاد کی رسی چھوٹ گئی ہے جو ﴿ترکت فیکم امرین﴾ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ میں تھمائی تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿واعتصموا بحبل للہ جمیعا﴾[۳:آلِ عمران :۱۰۳] فرمایا تھا۔ آج اہلِ حدیث اللہ کی رسی کو چھوڑ کر جمہوری بن گئے ہیں۔ اب جمہوریوں کی طرح کفر کی سیاست میں ملوث ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے مختلف پارٹیوں میں بٹ گئے ہیں۔ آج اہلِ حدیث ایسے ہی پارٹیاں بناتے ہیں جیسے لوگ سیاسی پارٹیاں بناتے ہیں۔ اگر اہلِ حدیث اہلِ حدیث ہوتے، اللہ کی رسی ان کے ہاتھ میں ہوتی، تو وہ ایک دینی جماعت ہوتے، کبھی کوئی پارٹی نہ بناتے۔ اسلام پارٹیاں بنانے کی اجازت کب دیتا ہے۔ اسلام تو **لاتفرقوا** کہہ کر پارٹی بازی سے منع کرتا ہے۔"

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۵۹۸، مکتبہ اسلامیہ)

نام قرآن وحدیث کا لیکن...

بہاول پوری صاحب لکھتے ہیں:

"یہی حال اہلِ حدیث کا ہے۔ دعویٰ اہلِ حدیثی کا کرتے ہیں، نام قرآن و حدیث کا لیتے ہیں، لیکن سیاست جمہوری لڑاتے ہیں۔ اور آپس میں وہ رسہ کشی ہے کہ اہلِ حدیث تباہ ہوئے

جا رہے ہیں۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۳۰۰)

اہل حدیثو! آخر تم قرآن وحدیث پر جمع کیوں نہیں ہوتے

بہاول پوری صاحب لکھتے ہیں:

”اہلِ حدیثو! آخر تم قرآن و حدیث پر جمع کیوں نہیں ہوتے۔ قرآن وحدیث کو اپنا حاکم کیوں نہیں مانتے، کیا تم اہلِ حدیث نہیں یا تمہارے پاس قرآن و حدیث نہیں، تم کیوں کفر کی سیاست اپناتے ہو۔ کیوں کفر کی عدالتوں میں جا کر اپنا ایمان کھوتے ہو۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۶۰۰)

اہل حدیث قائدین فردوہ الی اللہ پہ عمل پیرا نہیں ہوئے

بہاول پوری صاحب لکھتے ہیں:

”اگر علامہ احسان الٰہی مرحوم کو میاں فضل حق یا مولوی معین الدین سے کوئی اختلاف تھا تو ﴿**فردوہ الی اللہ والرسول**﴾ کے تحت قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے تھا، لیکن اس کی توفیق کسی کو بھی نہ ہوئی۔ سب پارٹی بازی پر ڈٹے رہے، جس کے نتیجے میں جماعت برباد ہوگئی اور یوتھ فورس وجود میں آئی جو اَب کسی کے قابو میں نہیں۔ اب وہ غیروں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے اور خطرہ ہے کہ وہ کوئی مستقل فرقہ نہ بن جائے اور پوری جماعت کو ﴿**او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض**﴾[۶:الانعام:۶۵] کے تحت اللہ کے مستقل عذاب میں نہ دھکیل دے جس کا وبال بانی ومبانیوں کے سر رہے۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۶۰۱، مکتبہ اسلامیہ)

اس طرح کی بات ان تینوں (احسان الٰہی، فضل حق اور معین الدین) کے متعلق ”خطباتِ بہاول پوری“ میں بھی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”وہ کیا فیصلہ کریں... وہ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ کریں۔ ایسا وہ تب کرتے جب وہ اہلِ حدیث ہوتے۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ گئے۔ اہلِ حدیث نہیں رہے، بالکل نہیں رہے۔“

(خطبات بہاول پوری: ۴۱۷/۴)

اہلِ حدیثو! اب بھی وقت ہے قرآن وحدیث کی طرف رُخ کرلو

بہاول پوری صاحب لکھتے ہیں:

”اہلِ حدیثو! اب بھی وقت ہے، سنبھل جاؤ۔ قرآن وحدیث کی طرف رخ کرو۔ پیٹھ نہ کرو۔ قرآن وحدیث پر متحد ہو کر ان کو اپنا حاکم بنالو۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۶۰۱، مکتبہ اسلامیہ)

اہلِ حدیث ”انا سادتنا و کبراءنا فاضلونا السبیلا“ کا مصداق

بہاول پوری صاحب اپنے مضمون ”قائدین اہلِ حدیث ذرا سوچئے!“ میں لکھتے ہیں:

”اے اکابرین اہلِ حدیث! یہ حقیقت ہے کہ جماعت کو بنانا اور بگاڑنا جماعت کے بڑوں کا ہی کام ہے۔ عوام ہمیشہ اپنے لیڈروں کے پیچھے ہی چلتے ہیں، اس لیے جماعت کے بگاڑ کی ساری ذمہ داری جماعت کے لیڈروں کے سر ہی آتی ہے۔ جب دوزخ میں دوزخیوں کو سزا ملے گی تو چھوٹے اپنے اکابرین کو ہی موردِ الزام ٹھہرائیں گے اور کہیں گے ﴿**انا کنا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنا نصیبا من النار**﴾ [۴۰:المومن:۴۷] ﴿**وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبرآنا فاضلونا السبیلا**﴾ [۳۳۔ا:الاحزاب:۵۷] ہم تو تمہارے پیچھے ہی چلتے تھے، تم نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ اصل میں اکابرین ہی قوم کے معمار ہوتے ہیں، قوم ان کے ہاتھوں میں ہی کھیلتی ہے، اگر بڑے مخلص اور فعال ہوں تو وہ قوم کو بہت اونچا اڑاتے ہیں اور اگر وہ سیاسی شاطر ہوں اور مخلص نہ ہوں تو قوم کو قعرِ مذلت میں گرا دیتے ہیں اور یہ مشاہدہ ہے کہ صحیح قیادت نہ ہونے کی وجہ سے ہی اہلِ حدیث جماعت کی یہ حالت ہوئی ہے۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۶۰۵، مکتبہ اسلامیہ)

””لاتفرقوا“ کی خلاف ورزی...

بہاول پوری صاحب لکھتے ہیں:

”مرکزی جمعیت، شبان اہلِ حدیث کو پیدا کر کے خوش ہوئی اور غیر مرکزی یوتھ فورس کو وجود میں لا کر نونہال ہوئی اور اب یہ جماعتیں ایک دوسرے کے لیے وبال بنی ہوئی ہیں اور

تقسیم در تقسیم ہوتی جا رہی ہیں۔ افسوس ناک صورت یہ ہے کہ نئی جمعیت جس میں غبارے کی طرح ہوا بھری ہوئی تھی پھٹ گئی ہے... اکابرین کا ذہن اسلامی ہوتا، جمہوری نہ ہوتا تو کوئی ذیلی یا ظلی جماعت کبھی معرض وجود میں نہ آتی اور یہ ایام بد دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔ اسلام دوسری جماعت کو کبھی برداشت نہیں کرتا بلکہ ﴿**ولا تفرقوا**﴾ کہہ کر دوسری جماعت بنانے پر سخت قدغن لگاتا ہے۔"

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۲۰۸، مکتبہ اسلامیہ)

قرآن وحدیث ردی کی ٹوکری میں (العیاذ باللہ)

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

"ہم قرآن وحدیث کو صرف آمین، رفع الیدین یا علم غیب، مختار کل دو چار مسئلے بریلویوں سے رگڑے کے ہیں اور دو چار مسئلے دیوبندیوں سے رگڑے کے ہیں اور دو چار مسئلے اپنے کام کے ہیں باقی قرآن وحدیث بالکل ردی کی ٹوکری میں رکھنے کے لائق۔ ہم اس کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں۔"

(خطبات بہاول پوری: ۱/۲۱۳... خطبہ نمبر: ۱۰)

"ما انزل الله" سے اعراض

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

"اور اللہ نے سچ کہا ہے کہ **واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله والی الرسول** جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ اور رسول کی طرف، قرآن وحدیث کی طرف **ورایت المنافقین یصدون عنك صدودا** تو وہ جو منافق ہوگا، ڈٹ جائے گا اور اب اللہ نے سمجھ دی ہے، غور کرتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں یہ آیت تو اہلِ حدیثوں پر بھی فٹ آتی ہے۔"

(خطبات بہاول پوری ۳/۸۵، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

تنبیہ: قران میں "**ورایت المنافقین**" کے شروع میں واؤ نہیں ہے۔ (سورۃ النساء، آیت: ۶۱)

وعدہ خلافت اور اہلِ حدیث کہلوانے والے

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

"یہاں کسی اہلِ حدیث کو اہلِ حدیث کے ٹکٹ پر کھڑا کرکے دیکھ لو کبھی کامیاب ہو جائے تو دیکھ لینا۔ بدنام اتنا ہے، اہلِ حدیث اتنا بدنام ہے، اتنا بدنام ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں۔ تو آخر کوئی خرابی ہے یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کا وعدہ جھوٹا ہے۔ یہ تو قرآن ہے۔ **وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات** اللہ نے وعدہ کیا ایمان والوں سے۔ تم میں سے جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے **ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم** (۲۴: النور: ۵۵) کہ میں ان کو حکومت دوں گا، ان کو خلافت دوں گا اور پھر **ان الذين امنوا و عملوا الصالحات كانت لهم جنت الفردوس نزلا**۔ (الکہف) وہ جنت الفردوس میں جائیں گے میں ان کی مہمانیاں کروں گا۔ تو جب یہیں جوتے پڑ رہے ہوں تو جنت کی مہمانی کہاں؟ تو آخر سوچنے کی بات ہے۔"

(خطبات بہاول پوری: ۳/ ۳۰۵، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

"ایک دفعہ علماء کا اجتماع فیصل آباد میں ہوا۔ میں نے اس میں تقریر کرتے ہوئے کہا دیکھو یہاں سب عالم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اہلِ حدیثوں کا اجتماع ہے۔ دیکھو قرآن مجید کی آیت **وعد الله الذين آمنو منكم و عملوا الصالحات** اللہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے وعدہ کرتا ہے **ليستخلفنكم في الارض كما استخلف الذين من قبلكم** کہ میں دنیا میں ان کو ضرور حکومت دوں گا۔ کیا اللہ اپنے اس وعدہ سے منحرف ہو گیا؟ کیوں نہیں اللہ اپنا وعدہ پورا کرتا؟ یا پھر ہمارا ایمان نہیں ہے کیوں؟"

(خطبات بہاول پوری: ۵/ ۹۵، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

تنبیہ: خطبات بہاول پوری میں آیت یوں ہی درج ہے جیسا کہ اوپر منقول ہوئی۔ جب کہ صحیح اس طرح "**ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم**" ہے۔ (سورۃ النور، آیت: ۵۵)

یہاں غیر مقلدین کے ہاں "خاتم المحدثین" کہلائے جانے والے بزرگ نواب صدیق حسن خان کی عبارت بھی پڑھتے چلیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث تیرہ سو برس سے چلے آتے ہیں اس میں سے کسی نے کسی ملک میں جھنڈا اس جہاد اصطلاحی حال کا کھڑا نہیں کیا اور نہ کوئی ان میں حاکم یا بادشاہ کسی ملک کا بنا اکثر بلکہ سب کے سب زاہد و تارک دنیا تھے فتنہ و فساد غدر و قتل و خون ریزی سے ہزاروں کوس بھاگتے تھے۔"

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۲۱ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

وہابی ہونے کی تعلیم قرآن و حدیث میں نہیں

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

"اگر میں نے کہہ دیا کہ میں کلمہ بھی پڑھتا تھا اور وہابی بھی تھا۔ خدا کہے گا کہ تو وہابی کیسے بن گیا، تجھے کس نے کہا تھا وہابی بننے کے لیے۔ کیا قرآن میں تھا، حدیث میں تھا؟ تو کوئی جواب نہیں۔"

(خطبات بہاول پوری: ۳/ ۴۲۴، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

قرآن نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا مگر....

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

"قرآن کہتا ہے **الرجال قوامون علی النساء** (۴: النساء: ۳۴) مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ ان مولویوں نے ... یہ مولوی سراج ہو یا کوئی اور، ہمارا اہلِ حدیث بھی ہو۔ کئی اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ حکومت کو خوش کرنے کے لیے فتوے دیتے ہیں۔"

(خطبات بہاول پوری: ۳/ ۴۲۵، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

"میں منڈی یزمان گیا اور کہا کہ اگر پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے تو بے نظیر آئے گی..... ایک اہلِ حدیث کہنے لگا کہ کیا حرج ہے۔"

(خطبات بہاول پوری: ۴/ ۳۵۶، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

محمد شمشاد سلفی نے عورت کے سربراہ مملکت بننے کے جواز پر مستقل رسالہ ’’عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے؟‘‘ لکھا۔ یہ رسالہ ’’رسائل اہلِ حدیث جلد دوم‘‘ میں شامل ہے۔

بندہ نے غیر مقلدین کے **’’عمل بالقرآن‘‘** پہ پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد کی عبارات نقل کر دی ہیں۔ جو غیر مقلد اُن کا رَد کرنا چاہتا ہو تو وہ اپنے اس بزرگ کی درج ذیل عبارتیں ملاحظہ کر لے۔

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

’’خدا کی قسم! میں پورے تجربے سے یہ بات کرتا ہوں کہ ہمارے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔‘‘

(خطبات بہاول پوری:۴/۴۷۳، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

بہاول پوری صاحب کہتے ہیں:

’’خدا کی قسم ہماری بات کا جواب نہیں ہے۔ اس کو کوئی رَد ہی نہیں کر سکتا۔‘‘

(خطبات بہاول پوری:۵/۴۴، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

(جاری)

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ قسط:۱

رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام اور غامدی شبہات کے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دین اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات میں سے ایک اہم عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے رفع و نزول کا بھی ہے۔ یہ عقیدہ ضروریات دین میں شامل ہے جو کہ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ ، احادیث متواترہ، اور اجماع امت سے ثابت شدہ ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ دشمنان اسلام کی نظر ہو گیا اور اس کے مخالف عقیدہ وفات مسیح کو گھڑ لیا گیا۔ شروعات میں کچھ معتزلیوں اور خارجیوں نے اس عقیدے کا انکار کیا اور برصغیر پاک و ہند میں انگریزی استعماری دور میں سب سے پہلے اس عقیدے کا انکار منکر حدیث سر سید احمد خاں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا لیکن مرزا قادیانی نہ صرف اسکا انکار کیا بلکہ خود دعویٰ مسیحیت کر دیا۔ دور حاضر میں استشراقی نظریے کے حامل ایک میڈیا سکالر جاوید احمد غامدی بھی رفع و نزول عیسیٰ علیہ سلام کا انکار کیے ہوئے ہیں لیکن ان کے اور باقی منکرین کے عقیدے میں بس اتنا فرق ہے کہ باقی منکرین صرف وفات عیسیٰ کے قائل ہیں جبکہ یہ موصوف وفات کیساتھ عیسیٰ علیہ سلام کے رفع جسمانی کے بھی قائل ہیں جسکی تفصیل ہم ان شاء اللہ آگے چل کر پیش کریں گے۔

غامدی صاحب نے اس حوالے سے اپنی کتاب میزان میں جو کچھ بھی لکھا وہ سب اختصار کیساتھ لکھا لیکن اس کی تفصیل کو انہوں نے اپنے یوٹیوب چینل پر اپلوڈ ہونے والے وڈیو لیکچرز میں ریکارڈ کروایا جس پر انہوں نے مختلف شکوک و شبہات پیدا کیے لہٰذا ہم انہی وڈیو لیکچرز میں سے اخذ کردہ غامدی صاحب کے شبہات کا جواب عرض کرنے لگے ہیں۔

غامدی صاحب سے رفع و نزول عیسیٰ علیہ سلام کی بابت ان کے عدم اطمینان کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں درج ذیل وجہ بیان کی۔

> ”حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے زندہ آسمان پر جانے اور واپس نازل ہونے کا عقیدہ اگر اس قدر اہم ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو قرآن مجید میں ضرور بیان فرماتا کیونکہ ایک جلیل القدر پیغمبر کا زندہ آسمان

سے نازل ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے لیکن موقع بیان کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے بیان نہیں فرمایا۔"

جواب:

جاوید غامدی کے اپنے عدم اطمینان کی اس وجہ کو بیان کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے موصوف کی منشاء کے مطابق قرآن مجید نازل ہونا چاہیے تھا جو کہ ان کی عقل سلیم پر پورا اترتا۔ جناب جاوید غامدی کہتے ہیں کہ

"موقع بیان کے باوجود اللہ نے قرآن میں نزول عیسیٰ کا کہیں کوئی ذکر نہیں فرمایا الخ۔"

ہم عرض کرتے ہیں کہ غامدی صاحب اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں الوہیت مسیح کے رد میں ارشاد فرماتا ہے۔

"مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ۔كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ۔اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ" (سورۃ المائدہ آیت 75)

ترجمہ: مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کیسی صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے رسول اللہ ہونے اور انکے کھانا کھانے کا بتلا کر عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کو رد فرمایا ہے اور عیسائیوں کو یہ سمجھایا ہے کہ (دیکھو تم جس کی عبادت کرتے ہو وہ تو ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور یہ کھانا بھی کھاتا تھا جبکہ خدا کھانا نہیں کھاتا وہ تو بھوک سے پاک ہوتا ہے) لیکن موقع بیان کے باوجود یہاں پر اللہ تعالیٰ نے وفات عیسیٰ کا بیان نہیں فرمایا جبکہ یہ بہترین موقع تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی وفات کا واضح ارشاد فرما کر عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کو رد فرما دیتا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا..... آخر کیوں؟ پھر صرف یہی نہیں اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا مختلف انداز میں ذکر فرمایا اور مختلف انداز میں ان کے متعلق الوہیت کے عقیدے کو رد فرمایا لیکن موقع بیان کے باوجود کہیں پر بھی تین چیزوں کو ایک ساتھ بیان نہیں فرمایا۔

1: حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا نام،

2: لفظ موت کی صراحت،

3: ماضی کا صیغہ۔

یہ تینوں باتیں پورے کلام پاک میں کہیں پر بھی ایک ساتھ بیان نہیں فرمائی گئیں۔ اب ہم جاوید غامدی سے سوال عرض کرتے ہیں کہ کیا تھا اگر اللہ تعالیٰ ان تینوں کو ایک ساتھ بیان فرما دیتے تاکہ امت مسلمہ میں ایک جلیل القدر پیغمبر کے متعلق ایسا کوئی بڑا اختلاف سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا اور الوہیت مسیح کا رد بھی ہو جاتا!

اللہ تعالیٰ نے جہاں یہود و نصاریٰ کے عیسیٰ علیہ سلام سے متعلق دیگر دعواجات کو باطل قرار دیا ہے وہاں پر ان کی موت کا صراحت کے ساتھ واضح ارشاد کیوں نہیں بیان فرمایا؟

غامدی صاحب کہتے ہیں کہ نزول مسیح کا عقیدہ کوئی معمولی عقیدہ نہیں ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا الوہیت مسیح کا باطل عقیدہ کوئی معمولی عقیدہ ہے؟ جس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ سلام کی موت کو واضح بیان کیے بغیر ایسے ہی چھوڑ دیا!

غامدی صاحب سے احادیث کی بابت اپنے عدم اطمینان کی درج ذیل وجہ پیش کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا نزول اگر ایمانیات اور علامات قیامت میں سے ہوتا یا پھر اس کی اتنی ہی اہمیت تھی تو پھر اس واقعہ کا ذکر حدیث کی قدیم ترین کتب صحیفہ ہمام بن منبہ اور امام مالک کی مؤطا میں ضرور ہونا چاہیے تھا لیکن آپ مؤطا امام مالک کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ لیں کہیں پر بھی نزول عیسیٰ علیہ سلام سے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ (غامدی مؤقف)

جواب:

غامدی صاحب کے عدم اطمینان کی اس وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا غامدی صاحب کے نزدیک پورا کا پورا دین اسلام صحیفہ ہمام بن منبہ اور مؤطا امام مالک میں ہی بیان ہوا ہے جس کے بعد کسی اور کتاب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کی جلالت قدر اپنی جگہ لیکن کیا پوری امت کے اجماعی مؤقف اور جلیل القدر آئمہ دین و سلف صالحین کے مقابلہ پر مؤطا امام مالک کو دلیل بنا کر پیش کرنا کیا درست بات ہے؟ کیا ایک اجماعی اور متواتر عقیدے کو صرف اس بنیاد پر رد کر دینا چاہیے کہ یہ عقیدہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں نقل نہیں فرمایا؟

غامدی صاحب آپ کا احادیث کی امہات کتب کا اصول کہاں گیا اب؟ کہ آپ ہی تو یہ کہتے ہیں کہ مؤطا، بخاری اور مسلم حدیث کی امہات کتب ہیں اور جب آپ کو اپنا کوئی مؤقف ثابت کرنا ہوتا ہے تو اس کے لیے آپ

حدیث تو کیا تاریخی کتب سے بھی استدلال کرنے سے باز نہیں آتے چاہے وہ کسی بھی مؤرخ کی لکھی ہوئی ہو لیکن دوسری طرف عالم یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ سلام جیسے ایک اہم عقیدے کی اہمیت کو گھٹانے کے لیے آپ اس کے لیے مؤطا امام مالک کی شرط لگا رہے ہیں! جبکہ بخاری و مسلم میں ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پوری صراحت کیساتھ عیسیٰ علیہ سلام کے نزول کی صرف پیشنگوئی ہی بیان نہیں فرمائی بلکہ اس پر اللہ کی قسم بھی کھائی ہے۔

ہم غامدی صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ جناب مؤطا امام مالک میں تو کتاب الایمان بھی درج نہیں ہے تو کیا اسکا مطلب یہ سمجھا جائے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں ایمانیات کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے!

لہٰذا اس پر جو جواب موصوف کا ہوگا وہی ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں، **فما کان جوابکم فھو جوابنا**

پھر غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے نزول فرمانے سے متعلق بالکل خالی ہے اگر ایسا کوئی غیر معمولی واقعہ بھی پیش ہونا ہوتا تو اسکا ذکر قرآن مجید میں ضرور ہوتا۔

اب یہاں پر ہم ایک بات پورے وثوق سے کہ سکتے ہیں کہ اگر بالفرض قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے نزول کو صراحت کے ساتھ بیان بھی فرما دیتا پھر بھی غامدی صاحب نے اس کو قبول نہیں کرنا تھا بلکہ اس کی کوئی باطل تاویل کر کے رد کر دینا تھا اور ہمارے اس دعویٰ کی دلیل خود غامدی صاحب کی فکر ہے، اس پر چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

1: قرآن مجید بائبل میں موجود کتب کو پوری قوت کیساتھ محرف و مبدل قرار دیتا ہے جبکہ غامدی صاحب کے نزدیک ان کتب کا بعض حصہ الہامی ہے بلکہ غامدی صاحب کے مطابق تورات و انجیل کا مطالعہ کرنے سے ایمان بھی تازہ ہوتا ہے۔

2: قرآن مجید **ولا تقربوا الزنی** فرما کر زنا کے قریب جانے سے بھی منع فرماتا ہے جبکہ غامدی صاحب کسی مرد کا نامحرم عورت کیساتھ مصافحہ کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں جس سے زنا کا دروازہ کھلتا ہے۔

3: اللہ تعالیٰ نے قانون شہادت کے معاملے میں واضح اور دوٹوک انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے گواہ تم میں سے ہونے چاہیے یعنی مسلمان ہونے چاہیے لیکن غامدی صاحب اسکا انکار کرتے ہوئے غیر مسلم کو بھی گواہی کا حق دیتے ہیں اور قرآنی فیصلے کو مذہبی تفریق سمجھتے ہیں۔

4: اسی طرح قانون شہادت کے معاملے میں عورت کی گواہی کی بابت قرآن مجید نے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کا حکم دیا ہے لیکن غامدی صاحب اس کے برخلاف کہتے ہیں کہ یہ کوئی نصابِ شہادت نہیں ہے بلکہ ایک معاشرتی ہدایت ہے اور یہ ایسا نہیں ہے کہ عدالت میں مقدمہ اسی وقت ثابت ہو گا جب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دینے کے لیے آئیں۔

5: قرآن مجید **ویتبع غیر سبیل المؤمنین** فرما کر مومنین کی راہ سے ہٹ کر چلنے والے کو جہنم کی وعید سناتا ہے لیکن غامدی صاحب مومنین کی راہ سے ہٹ کر بھی چلتے ہیں اور اس کی مخالفت کرتے ہوئے اس آیت کی باطل تاویل کر کے اجماع امت کا انکار کرتے ہیں۔

قارئین کرام! درج بالا ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ثابت ہوتی ہے کہ غامدی صاحب جو قرآن مجید میں نزول عیسیٰ علیہ سلام کا صراحت کیساتھ ذکر دیکھنا چاہتے ہیں اگر بالفرض قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ سلام کے نزول کو واضح صراحت کیساتھ بھی بیان فرما دیا جاتا تو اس میں کچھ بعید نہیں کہ غامدی صاحب اپنے باقی عقائد و نظریات کی طرح اس کی بھی کوئی باطل تاویل کر کے اسے رد کر دیتے اور کہ دیتے کہ چونکہ قرآن میں وفات عیسیٰ کا ذکر موجود ہے اس لیے نزول عیسیٰ والی آیات کی تاویل کی جائے گی۔

غامدی صاحب کے رفع و نزول عیسیٰ علیہ سلام کی بابت قرآن و حدیث پر عدم اطمینان کی وجوہات جاننے کے بعد اب انکا عقیدہ اور اس پر دلیل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں اگر ایک جگہ کوئی بات اجمال میں بیان کی گئی ہو تو دوسری جگہ پر اسکی تفصیل بیان کی گئی ہوتی ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید سورۃ النساء آیت 158 میں عیسیٰ علیہ سلام کے حوالے سے بیان فرماتا ہے

"**بل رفعه الله اليه**" بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔"

اب یہاں پر نہ زندہ کا ذکر ہے نا جسم کا اور ناہی آسمان کا کوئی ذکر موجود ہے۔ یہ ایک اجمالی بیان ہے اس کی تفصیل سورۃ آل عمران آیت 55 میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں فرماتے ہیں

"اِذ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسىٰ اِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوقَ الَّذِينَ كَفَرُوا اِلٰى يَومِ القِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرجِعُكُم فَاَحكُمُ بَينَكُم فِيمَا كُنتُم فِيهِ تَختَلِفُونَ (۵۵)

ترجمہ: اُس وقت، جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور تیرے اِن منکروں سے تجھے پاک کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک اِن منکروں پر غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب کو بالآخر میرے پاس آنا ہے تو اُس وقت میں تمہارے درمیان اُن چیزوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

یعنی روح قبض کر کے تیرا جسم بھی اپنی طرف اٹھالوں گا تاکہ یہ ظالم اُس کی توہین نہ کر سکیں۔ مسیح علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون قرآن میں بیان ہوا ہے کہ اللہ اُن کی حفاظت کرتا ہے اور جب تک اُن کا مشن پورا نہ ہو جائے، اُن کے دشمن ہرگز اُن کو کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اِسی طرح اُن کی توہین و تذلیل بھی اللہ تعالیٰ گوارا نہیں کرتے اور جو لوگ اِس کے درپے ہوں، اُنھیں ایک خاص حد تک مہلت دینے کے بعد اپنے رسولوں کو لازماً اُن کی دستبرد سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ (غامدی)

جواب:

غامدی صاحب ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ سورۃ النساء آیت 158 میں عیسیٰ علیہ سلام کے اللہ کی طرف اٹھائے جانے پر "آیت میں نہ زندہ کا لفظ ہے نہ آسمان کا اور نہ جسم کا" لیکن دوسری طرف غامدی صاحب اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لیے سورۃ عمران آیت 55 کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ سلام کے جسم کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اب ہم غامدی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جناب سورۃ آل عمران کی آیت میں بھی تو جسم کا لفظ موجود نہیں ہے پھر آپ نے کیسے عیسیٰ علیہ سلام کے جسم کو مراد لے لیا؟

اصل میں غامدی صاحب کا یہ اعتراض کوئی نیا نہیں ہے بلکہ یہ اعتراض مرزا غلام قادیانی سے لیا گیا ہے۔

1: اب ہم غامدی صاحب کے ترجمہ کو ہی مد نظر رکھتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اوّل تو سورۃ آل عمران کی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ سلام سے مستقبل میں وفات دیئے جانے کا ارشاد فرمایا ہے جبکہ باقی منکرین کی طرح غامدی صاحب کا بھی دعویٰ تو یہ ہے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ سلام کو وفات دے دی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ "میں تجھے وفات دوں گا۔"

عیسیٰ علیہ سلام کی وفات کے قائل تو ہم بھی ہیں لیکن مستقبل میں جب وہ قرب قیامت نزول فرمائیں گے اور آیت مبارکہ میں بھی ان کے مستقبل میں وفات دیے جانے کو ارشاد فرمایا گیا ہے نا کہ ماضی میں۔

2: غامدی صاحب کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ سلام کو وفات دے کر انکا جسم اپنی طرف اٹھالیا اور غامدی صاحب عیسیٰ علیہ سلام کے نزول کے منکر بھی ہیں لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

مِنهَا خَلَقنٰكُم وَفِيهَا نُعِيدُكُم وَمِنهَا نُخرِجُكُم تَارَةً اُخرٰى

ترجمہ: (تم اگر سمجھو تو حقیقت یہ ہے کہ) ہم نے اِسی زمین سے تم کو پیدا کیا ہے، ہم اِسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اِسی سے تم کو دوبارہ نکال کھڑا کریں گے۔

(سورة طٰہٰ آیت 55 ترجمہ البیان غامدی)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس نے جس مٹی سے ہمیں پیدا فرمایا ہے اسی مٹی میں ہم کو واپس لوٹائے گا اور پھر واپس اسی سے ہمیں دوبارہ نکالے گا جبکہ غامدی صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ سلام اب واپس نہیں آئیں گے!

ہم عرض کرتے ہیں کہ غامدی صاحب جب عیسیٰ علیہ سلام آپ کے مطابق وفات پا چکے تو پھر انہیں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق وفات کے بعد اسی زمین میں واپس جانا چاہیے تھا اور اگر عیسیٰ علیہ سلام واپس بھی نہیں آئیں گے تو پھر درج بالا ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق وہ اسی زمین سے واپس کیسے نکالے جائیں گے؟ اور فرمان الٰہی پر کیسے پورے اتریں گے؟

سورة آل عمران اور سورة النسآء کے بعد غامدی صاحب نے وفات عیسیٰ علیہ سلام ثابت کرنے کے لیے سورة المائدہ آیت 117 کو بطور استدلال پیش کیا۔ اس سے پہلے غامدی صاحب نے جو کچھ بیان کیا اس میں ہمیں کہیں کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں ملی کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو کہ "عیسیٰ علیہ سلام کی وفات ہو گئی یا انہیں وفات دے دی گئی۔" ابھی تک ہم نے غامدی صاحب کے ترجمہ کو ہی مد نظر رکھتے ہوئے بات کی ہے اور ابھی دوسری آیت مبارکہ پر بھی غامدی صاحب کے ترجمہ کو ہی مد نظر رکھتے ہوئے عرض کریں گے۔

غامدی صاحب کی دوسری دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

سورة آل عمران اور سورة النساء کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے سورة المائدہ آیت 117 میں قیامت کے دن عیسیٰ علیہ سلام سے ہونے والے ایک مکالمے کو بھی نقل فرمایا ہے جس میں اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال پوچھیں گے کہ کیا

آپ نے ان سے یعنی نصاریٰ سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ جس کے جواب میں وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا اور جب تک میں ان میں رہا میں دیکھتا رہا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں لیکن جب آپ نے مجھے اٹھالیا یعنی وفات دے دی تو پھر میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ کیا کرتے رہے۔ اب آپ یہاں پر دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح اپنی وفات کا اقرار کتنا واضح کر رہے ہیں، اگر وہ قیامت سے پہلے اس دنیا میں واپس آئیں گے تو پھر تو انہیں یہ کہنا چاہیے کہ یا اللہ میں ابھی دیکھ کر آرہا ہوں سب اور ان کی گمراہی سے اچھی طرح واقف ہوں۔

یہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن تمام انبیاء سے انکی امتوں کے متعلق سوال پوچھا جائے گا اور اسی طرح حضرت مسیح سے بھی ان کی قوم کا سوال ہو گا جس پر وہ یہ جواب دیں گے۔ (غامدی)

جواب:

سب سے پہلے ہم یہ عرض کر دیں کہ عیسیٰ علیہ سلام کا یہ مکالمہ اللہ تعالیٰ سے بروز قیامت ہو گا اور اس سے پہلے ان کی وفات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ سلام نزول فرمائیں گے اس کے بعد یہاں کافی عرصہ گزار کر اللہ ان کو وفات دے گا جس کے بعد قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے کلام فرمائیں گے لہٰذا یہ آیت بھی عیسیٰ علیہ سلام کے واقعہ صلیب کے وقت ان کی وفات کی دلیل نہیں بنتی لہٰذا غامدی صاحب صیغہ ماضی کیساتھ وہ دلیل پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ سلام کو واقعہ صلیب کے وقت دشمنوں سے بچا کر وفات دے دی۔

دوسری بات یہ ہے کہ غامدی صاحب کی یہ دلیل بھی مرزا غلام قادیانی سے ہی لی گئی ہے۔

(دیکھیے مرزا قادیانی کی کتاب روحانی خزائن جلد 21 صفہ 51-52)

علاوہ ازیں اس آیت مبارکہ میں جو خیانت مرزا قادیانی نے کی تھی اسی خیانت کا ارتقاب غامدی صاحب نے بھی خوب کیا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ غامدی صاحب کو اپنا مقدمہ ثابت کرنا تھا۔

غامدی صاحب نے آیت مبارکہ میں اپنی طرف سے عیسیٰ علیہ سلام کی طرف وہ الفاظ منسوب کیے جو وہ ادا ہی نہیں فرمائیں گے، غامدی صاحب کے وہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"جب تک میں ان کے اندر موجود رہا (اس وقت تک دیکھتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں) لیکن جب آپ نے مجھے اٹھالیا (تو میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا بنایا اور کیا بگاڑا)۔"

(بحوالہ میزان طبع نہم 2014 صفحہ 178)

قارئین کرام!

غامدی صاحب کے درج بالا بریکٹ میں لکھے گئے الفاظ انکی کتاب میزان کے جس صفحہ 178 پر موجود ہیں اسی صفحہ 178 پر درج شدہ سورۃ المآئدہ کی آیت 117 کا ترجمہ بھی لکھا ہوا موجود ہے اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ اس میں کہیں پر بھی غامدی صاحب کے درج بالا الفاظ موجود نہیں ہیں۔ جو کہ اس بات کا ثبوت ہے کہ درج بالا الفاظ غامدی صاحب کے اپنے ذہن کی اختراع کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے وگرنہ اگر یہ سچ میں الفاظ عیسیٰ علیہ سلام کے ہوتے تو غامدی صاحب ان الفاظ کو آیت مبارکہ کے ترجمہ میں بھی لکھتے لیکن جب عیسیٰ علیہ سلام ایسا کچھ فرمائیں گے ہی نہیں تو پھر ایسا ترجمہ کیسے ہو سکتا تھا؟

اب آیئے حقیقت جانیے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ سلام کے روز قیامت ان سے انکی امت کے بگڑنے کا سوال ارشاد فرمائیں گے کہ کیا انہوں نے اپنی قوم کو یہ حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟

اب اس سوال کا نفی میں جواب دیتے ہوئے عیسیٰ علیہ سلام فرمائیں گے کہ "میں نے تو ان سے تو وہی بات کہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، اور میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے اندر موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔"

اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سوال پوچھا گیا ہے وہ نصاریٰ کی گمراہی پر علم ہونے یا نہ ہونے کا نہیں بلکہ صرف اتنا پوچھا گیا کہ کیا عیسیٰ علیہ سلام نے اپنی قوم کو الوہیت کا حکم دیا تھا؟ جس کا جواب وہ نفی میں دیں گے لہٰذا جتنا سوال ہو گا اتنا ہی جواب دیا جائے گا۔

اب یہاں پر نصاریٰ کے حالات جاننے یا نہ جاننے کا کوئی تعلق نہیں کہ جسے غامدی صاحب نے اپنی طرف سے جوڑ لیا اور ایسا کیسے نہ ہوتا کیونکہ غامدی صاحب کو اپنا باطل عقیدہ بھی تو ثابت کرنا تھا۔

غامدی صاحب کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ سلام قیامت سے پہلے واپس آئیں گے تو پھر تو انہیں اپنی قوم کے متعلق سوال پر یہ کہنا چاہیے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں الخ۔

اگر ہم غامدی صاحب کی اس بات کو تسلیم بھی کرلیں پھر بھی غامدی صاحب کا یہ اعتراض کسی کام کا نہیں رہتا کیونکہ اسی سورۃ المآئدہ کی آیت 109 میں اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کرام سے انکی امتوں کو دی جانے والی دعوت کے جواب کے متعلق سوال پوچھیں گے اور اس کے جواب میں تمام انبیاء کرام عرض کریں گے کہ "ہم کو کچھ خبر

نہیں" جبکہ ان تمام انبیاء کرام کو معلوم بھی ہو گا لیکن وہ پھر بھی کمال عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا جواب نفی میں دیں گے۔۔۔۔۔ تو کیا اب غامدی صاحب ہمیں بتائیں گے کہ کیا یہاں پر بھی آپ وہی اعتراض کریں گے جو اعتراض آپ عیسیٰ علیہ سلام کے اپنی قوم کے علم نہ ہونے سے متعلق کرتے ہیں؟

نوٹ: ہو سکتا ہے کہ غامدی صاحب یا ان کے پیروکار میں سے کوئی یہ کہ دے کہ سورۃ المآئدہ آیت 117 میں عیسیٰ علیہ سلام فرمارہے ہیں کہ "جب تک میں ان میں رہا ان پر گواہ رہا" اور گواہی تب ہی ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص آنکھوں سے دیکھتا بھی ہو اور جانتا بھی ہو لہٰذا غامدی صاحب نے جو الفاظ عیسیٰ علیہ سلام کی طرف منسوب کیے وہ بلکل درست ہیں نا کہ کوئی جھوٹ۔

تو اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمالیں کہ یہاں پر گواہ رہنے سے مراد وہ گواہی نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ سلام اپنی قوم کو دیکھتے رہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ گواہی ہے کہ عیسیٰ علیہ سلام نے اللہ کا پیغام اپنی قوم کو پورا پورا ایمانداری کیساتھ پہنچا دیا ہے۔

اس دعویٰ پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

1: اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ آیت 143 میں ارشاد فرماتے ہیں

" وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔"

ترجمہ: اُسی طرح ہم نے تمھیں بھی ایک درمیان کی جماعت بنا دیا ہے تاکہ تم دنیا کے سب لوگوں پر (حق کی) شہادت دینے والے بنو اور اللہ کا رسول تم پر یہ شہادت دے۔

(سورۃ البقرۃ آیت 143 ترجمہ البیان غامدی)

قارئین کرام! اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ کو روز قیامت دوسری امتوں کی طرف بھیجے گئے انبیاء کرام کی طرف سے گواہ بنائیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام اپنی امتوں تک پہنچا دیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا غامدی صاحب یہاں پر اس امت کی دی جانے والی گواہی سے متعلق یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ امت اپنی آنکھوں سے دوسری امتوں کے حال کو دیکھتی رہی ہے؟

پھر صرف یہی نہیں بلکہ خود غامدی صاحب بھی اسی آیت 143 کی تفسیر میں یہ لکھتے ہیں کہ

"شہادت کے معنی گواہی کے ہیں۔ جس طرح گواہی سے فیصلے کے لیے حجت قائم ہو جاتی ہے، اُسی طرح حق جب اِس درجے میں واضح کر دیا جائے کہ اُس سے انحراف کی گنجایش باقی نہ رہے تو اُسے شہادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔"

(حواشی البیان غامدی)

اب اس جگہ غامدی صاحب خود اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ گواہی کو کسی فیصلے کی حجت قائم کرنے کے لیے شہادت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے (مفہوم)......پس پھر اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ سلام بھی اپنی قوم کو دعوت توحید دے کر ان پر گواہ بن گئے تھے کہ انہوں نے نصاریٰ کو حق کی دعوت دے دی ہے۔

2: ہماری دوسری دلیل یہ ہے کہ سورۃ المآئدہ آیت 117 میں اگر "گواہ" سے مراد عیسیٰ علیہ سلام کا اپنی قوم کو دیکھنا ہوتا تو پھر عیسیٰ علیہ سلام بعد میں بھی یہی فرماتے کہ ان کے اٹھائے جانے یابقول غامدی صاحب کے انکی وفات کے بعد وہ اپنی قوم پر "گواہ" نہیں رہے لیکن عیسیٰ علیہ سلام ایسا کچھ نہیں فرمائیں گے۔

(جاری)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ مدیر اعلیٰ مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ

سجدوں کے رفع الیدین کا اثبات، مولانا محب اللہ شاہ راشدی کی زبانی

رفع یدین عند السجود اور محدثینِ کرام

مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

” رفع الیدین فی السجود کی حدیث کو حافظ ابن حجر صحیح کہتے ہیں... رفع الیدین فی السجود کو کئی متقدم محدثین کرام نے صحیح کہا ہے جیساکہ ابن حزم وغیرہ۔“

(مقالاتِ راشدیہ:۹/۶۰، المکتبۃ الراشدیۃ نیو سعید آباد سندھ)

اثبات اور ترک کی روایتیں مختلف اوقات پہ محمول ہیں

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

” رفع الیدین فی السجود والی احادیث اور جن میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں میں رفع الیدین نہیں کیا۔ ان دونوں کو بھی مختلف الاوقات پر محمول کرکے جمع کیا جاسکتا ہے۔ **کمالایخفی علی اولی النہی۔**“

(مقالاتِ راشدیہ:۹/۶۰)

راشدی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

” چوں کہ سجدے میں جاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع الیدین کا ذِکر ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت (جو کہ بخاری شریف ودیگر کتب میں ہے) سے بین السجدتین رفع الیدین کی نفی معلوم ہو دونوں احادیث کو جمع کیا جائے تو تطبیق آسانی سے معلوم ہوسکتی ہے یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مختلف اوقات پر محمول کئے جائیں یعنی کبھی بین السجدتین رفع الیدین کرتے تھے، کبھی نہیں کرتے تھے۔“

(مقالاتِ راشدیہ:۹/۱۷۵)

راشدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”ان میں جمع کی صورت صرف اس طرح ہوسکتی ہے کہ صحابی نے آپ کو کبھی اس موضع پر رفع

الیدین کرتے دیکھا اور کبھی نہ دیکھا۔“

(مقالاتِ راشدیہ:۹/۱۷۶)

سجدوں کا رفع یدین صحیح سند سے ثابت ہے

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

”سجدوں میں رفع الیدین کرنا صحیح سند سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔“

(مقالاتِ راشدیہ:۹/۶۲)

سجدوں کے رفع یدین کا انکار محض مکابرہ اور ضد ہے

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

”علاوہ ازیں یہ کہنا کہ یہ فعل یعنی رفع الیدین فی السجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بر خلاف ہے، وہ بھی مسلّم نہیں ہے بلکہ صحیح احادیث وارد ہیں جن میں رفع الیدین فی السجود وارد ہے جیسا کہ نیچے معلوم ہو گا۔ مقصد (یہ ہے) کہ سجدے کی طرف جاتے وقت خواہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع الیدین کرنا سنت ہے۔ اس کے انکار کو محض مکابرہ اور ضد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔“

(مقالاتِ راشدیہ:۹/۱۷۵)

سجدوں کے رفع یدین کی پہلی حدیث

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

”حدیث اول: ہیثمی مجمع الزوائد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ **ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه عند التکبیر للرکوع و عند التکبیر حین یهوی ساجدا رواہ الطبرانی فی الاوسط وهو فی الصحیح الا التکبیر للسجود**۔ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ مبارک اُٹھاتے تھے جس وقت تکبیر کہتے رکوع کے لیے اور جس وقت تکبیر کہہ کر سجدے کے لئے جھکتے تھے۔ یہ روایت طبرانی اوسط میں لائے ہیں اور صحیح (بخاری وغیرہ) میں یہی روایت ہے لیکن اس میں سجدہ کے وقت رفع الیدین کا ذِکر نہیں ہے اور اس روایت کی سند صحیح ہے۔ لہذا خود عبد اللہ بن عمر سے بھی روایت کی نفی بھی ہے ان میں جمع کی

صورت صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ صحابی نے آپ کو کبھی اس موضع پر رفع الیدین کرتے دیکھا اور کبھی نہ دیکھا۔"

(مقالاتِ راشدیہ: ۱۷۶/۹)

سجدوں کے رفع یدین کی دوسری حدیث

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

"(۲) بیہقی اپنی سنن کبری میں لاتے ہیں کہ **اخبرنا ابو عبد الله الحافظ ثنا علی بن حمشاد قال و اخبرنی ابو سعید احمد بن یعقوب الثقفی قال انبانا محمد بن ایوب انبانا مسدد بن خالد بن عبد الله ثنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه و سلم قال الی الصلوة فذکر الحدیث و فیه فلما رفع راسه من الرکوع رفع یدیه فلما سجد رفع یدیه فسجد بینهما الحدیث**" اور خبر دی ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ نے، اس نے حدیث لی علی بن حمشاد سے۔ کہا (ابو عبد اللہ نے) اور خبر دی مجھے ابو سعید احمد بن یعقوب ثقفی نے۔ دونوں نے کہا ہمیں بتایا محمد بن ایوب نے (اس نے کہا) خبر دی ہمیں مسدد نے (اس نے کہا خبر دی خالد بن عبد اللہ نے) اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمیں عاصم بن کلیب نے اس نے اپنے والد سے اور اس نے حضرت وائل بن حجر سے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے پھر حدیث بیان کی۔ اس میں اس طرح ہے کہ پھر جب آپ نے سر مبارک رکوع سے اُٹھایا تو ہاتھ اُٹھائے اور پھر جب سجدے کے لیے جھکے تو بھی ہاتھ اُٹھائے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان سجدہ کیا۔ اس حدیث کی سند بھی حسن ہے اس میں سجدہ کے لیے جاتے وقت رفع کا ذِکر ہے۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ بن حجر سے ہے۔"

(مقالاتِ راشدیہ: ۱۷۶/۹)

سجدوں کے رفع یدین کی تیسری حدیث

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

"تیسری حدیث نسائی شریف میں وارد ہے اس کی سند اس طرح ہے **اخبرنا محمد بن المثنی حدثنا ابن عدی عن شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحویرث انه رای النبی صلی الله علیه و سلم رفع یدیه فی صلوته و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع و اذا**

سجد واذا رفع رأسه من السجود حتی یحاذی بهما فروع اذنیه، خبر دی ہمیں محمد بن المثنی نے (اس نے کہا کہ) حدیث بیان کی ہمیں ابن عدی نے، اس شعبۃ سے شعبہ نے قتادہ سے، وہ نصر بن عاصم سے وہ مالک بن حویرث سے کہ بے شک اس نے دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع نماز میں ہاتھ اُٹھائے، اور جس وقت رکوع سے سر مبارک اُٹھایا اور جب سجدہ کے لئے جھکے اور جب سجدہ سے سر مبارک اُٹھایا تو کانوں کی لوتک اُٹھائے۔"

(مقالاتِ راشدیہ: ۹/۱۷۷،۱۷۶)

سند میں شعبہ کو تصحیف قرار دینے کا اعتراض

راشدی صاحب نے نسائی کی مذکورہ حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

"یہ حدیث بالکل صحیح سند سے ہے اس میں صاف صاف سجدے کے لیے جاتے وقت اور دو سجدوں کے درمیان ہاتھ اُٹھانے کا ذِکر ہے لیکن ان جگہوں پر رفع الیدین سے منع کرنے والے کہتے ہیں کہ اس کی سند میں جو ابن عدی کے بعد شعبہ کا ذِکر ہے وہ غلط اور تصحیف ہے۔ بلکہ اس کی جگہ پر سعید (یعنی ابن ابی عروبۃ ہے) اس لیے چوں کہ قتادہ کی تدلیس کا خطرہ ہے لہٰذا حدیث کی سند صحیح نہ ہوئی۔ اس وجہ سے کہ جو روایت قتادہ کی امام شعبہ سے ہو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ قتادہ سے کوئی بھی روایت اس وقت تک نہ لے گا جب تک سماع کی تصریح نہ کرے۔ اس وجہ سے شعبہ کے واسطہ والی روایت میں قتادہ چاہے عن سے روایت کرے لیکن وہ سماع پر محمول ہوتی ہے۔ لیکن شعبہ کے علاوہ کوئی دوسرا راوی ہے جو قتادہ سے آخد ہے تو اس صورت میں اگر قتادہ سے روایت کرے تو اس میں تدلیس کا خطرہ رہتا ہے اور اس کی تدلیس تیسرے درجے کی ہے۔ تیسرے درجے کی تدلیس والوں کی حدیث تصریح سماع کے بغیر مقبول نہیں ہو سکتی۔ بہر حال اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں امام شعبہ جو قتادہ کا شاگرد ہے اور اس سے لینے والا اس کا نام غلطی سے آگیا ہے۔ ورنہ اصل میں سعید (بن ابی عروبۃ) ہے اور اس لیے چوں کہ قتادہ عن سے روایت کرتا ہے لہٰذا اس کی روایت جس (میں) تدلیس کا شبہ ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح نہ رہی۔ یہ حضرات اپنے دعویٰ میں درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں۔(۱) کہ نسائی سے حافظ ابن حزم اپنی محلی میں وہی روایت لائے ہیں (یعنی مالک بن حویرث کی) اور سند بھی وہی

ہے لیکن ابن حزم ابن عدی کے بعد سعید بن ابی عروبۃ ذِکر کرتے ہیں کہ شعبہ۔ حالاں کہ شعبہ کا واسطہ ابن ابی عروبہ کی نسبت زیادہ قوی ہے۔ پھر قوی کو چھوڑ کر کمزور کو ذِکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شعبہ کا وہاں واسطہ ہے ہی نہیں۔ (۲) **ابن ابی عروبۃ عن قتادۃ الخ** والی روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ **اصح ما وقفت علیہ** یعنی سجود میں رفع الیدین کرنے والی روایات میں یہی زیادہ صحیح حدیث ہے جس سے میں آگاہ ہوا ہوں۔ پھر اگر اس روایت میں قتادہ سے آخذ شعبہ ہوتا تو اس کے بارے میں کہتا **اصح ما وقفت علیہ** نہ کہ ابن ابی عروبۃ والی روایت کے بارے میں اس سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں شعبہ کا واسطہ نہیں ہے۔“

(مقالاتِ راشدیہ: ۱۷۸/۹، ۱۷۷)

مذکورہ اعتراض کا جواب

راشدی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”اس دلیل پر کلام کرنے سے قبل شعبہ کے واسطہ کے صحیح ہونے پر دلیل پیش کرتے ہیں ملاحظہ کریں۔ (۱) کہ مالک بن حویرث کی روایت امام شعبہ کے واسطہ سے خود ابو داود میں موجود ہے گویا شعبہ کا شاگرد یہ نہیں ہے جو کہ نسائی میں ہے اور گویا کہ سجدہ میں جاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع کا ذِکر نہیں ہے لیکن یہ زیادتی ثقہ (ابن ابی عدی) کی ہے جو مقبول ہے۔ اسی طرح بیہقی بھی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث کی روایت امام شعبہ سے بھی آئی ہوئی ہے۔ بہر حال یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچی کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قتادہ سے آخذ شعبہ بھی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ نسائی شریف میں جس زیادتی سے روایت ہے اس میں بھی شعبہ کا واسطہ ہے یا نہیں اس کے لیے دلیل نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔ (۲) حافظ مزی نے تحفۃ الاشراف میں حضرت مالک بن الحویرث کی سند اس طرح روایت (**یعنی شعبہ عن قتادۃ**) کی نسبت نسائی شریف کی طرف کی ہے یعنی نسائی شریف والی زیر بحث روایت میں امام شعبہ کا واسطہ ہے۔ (۳) نسائی شریف کا کوئی بھی ایسا نسخہ آج تک دیکھنے میں نہیں آیا جس سے شعبہ کے واسطے کے بجائے سعید بن ابی عروبہ کا واسطہ ہو۔ بلکہ ہندی خواہ مصری نسخوں میں شعبہ کا ہی ذِکر ہے۔ البتہ اگر نسخوں میں اختلاف ہوتا تو پھر شک کی گنجائش ہو سکتی تھی۔ باقی حافظ ابن

حزم کے متعلق اوپر جو کہا گیا ہے۔ اس محلی میں نسائی سے یہ روایت نقل کی ہے لیکن اس نے سعید بن ابی عروبہ کا واسطہ ذِکر کیا ہے نہ کہ شعبہ کا۔ لہٰذا اس کے متعلق گذارش ہے کہ حافظ ابن حزم محلی میں جو امام نسائی سے روایت لائے ہیں اس میں یہ تصریح نہیں کی کہ یہ روایت نسائی کی سنن صغریٰ المعروف مجتبیٰ سے نقل کی ہے یا سنن کبریٰ سے۔ کیوں کہ عام طور پر حافظ موصوف صرف امام نسائی کا نام احمد بن شعبہ [شعیب (ناقل)] ذِکر کرتا ہے اور محلی کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جگہوں پر جو روایات امام نسائی سے لاتے ہیں وہ سنن صغریٰ (متداول نسائی) میں موجود نہیں ہے دیکھئے جلد ۶ صفحہ ۸۳ پر۔ دونوں سندیں حدیث کی موجود ہیں اگر امام نسائی سے لائی گئی ہیں لیکن ان کے بارے میں محشی صاحب لکھتے ہیں: ”ھدہ الاسانید الثلاثہ لحدیث ابی المطوس لم اجدھا فی النسائی ولعلھا فی السنن الکبری“ یعنی حدیث ابی المطوس کی یہ سندیں مجھے نسائی شریف میں نہیں ملیں شاید کہ سنن کبریٰ میں ہوں۔ مطلب کہ حافظ صاحب موصوف نے محلی میں امام نسائی سے روایات نقل کرنے میں کوئی بھی تفریق (صغری اور کبری) کے درمیان میں نہیں کی۔ پھر ہو سکتا ہے کہ اس زیرِ بحث حدیث میں بھی جو اسناد ذِکر کی ہیں وہ بھی کبری سے لی گئی ہوں، نہ کہ موجودہ سنن نسائی سے۔ اگر کہا جائے کہ ابن حزم نے سعید بن ابی عروبہ سے بھی آخذ ہے تو پھر ابن ابی سعید بھی آخذ ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ایک کتاب سے نقل کردہ اسناد میں سے کسی سند سے توافق ہے تو خوامخواہ اس دوسری کتاب باقی سندیں بھی اس پہلی کتاب سے بالکل موافق ہوں۔ لہٰذا اگر سنن کبری سے نقل کردہ سندوں میں سے کوئی ایک سند سنن صغری سے متفق ہے تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکلتا ہے کہ باقی سندیں بھی متفق ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ حافظ ابن حزم نے شعبہ کے واسطے والی روایت کیوں نقل نہیں کی؟ حالاں کہ یہ ابن ابی عروبہ والی روایت سے اصح تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ صاحب موصوف کے نزدیک تیسرے درجے کے مدلسین کا کوئی مسئلہ نہیں ہے یہی سبب ہے کہ اس (**باب رفع الیدین**) میں دیگر بھی کئی ابواب میں مدلس رواۃ کی روایات نقل کرتے ہیں اور ان پر صحت کا حکم لگاتے ہیں۔ اگرچہ سماع کی تصریح انہوں نے بھی نہ کی ہو۔ محلی کا تتبع کرکے دیکھیں تو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے حضرت انس سے جو روایت سجدہ میں

رفع الیدین کے بارے میں لائے ہیں اس پر محشی (حافظ صاحب موصوف کے طریقہ پر) حکم لگاتے ہیں کہ "**ھذا اسناد صحیح جدا**"یعنی یہ بالکل صحیح اسناد ہے۔ حالاں کہ اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی حمید ہے جو کہ تیسرے درجہ کا مدلس ہے اور روایت عن سے کرتا ہے۔ بہر حال اگرچہ قتادہ پر تدلیس حافظ صاحب کے نزدیک قادح علت نہیں تھی تو پھر سعید کے واسطہ والی روایت ذِکر کی تو کیا یہ شعبہ کے واسطہ والی ذِکر کرتا تو کیا دونوں صورتوں میں حدیث (حافظ صاحب کے نزدیک) صحیح ہے۔ خلاصہ کلام کہ حافظ ابن حزم کا شعبہ کے واسطے کو ذِکر کرنا نہ کرنا اس پر قاطع دلیل نہیں ہے کہ واقعی اس روایت میں اس کا واسطہ ہے یا نہیں۔ رہا حافظ ابن حجر کا سعید والی روایت کے بارے میں کہنا کہ "**اصح ما وفقت علیہ الخ**" لہٰذا وہ بھی کوئی شعبہ کے واسطہ کی نفی کے لیے دلیل قطعی نہیں ہے کیوں کہ حافظ صاحب سے سہواً اس طرح لکھ دیا گیا ہو گا کیوں کہ ہر وقت ہر بات انسان کے ذہن میں رہے مشکل ہے لیکن محال ہے اور پہلے لکھ چکے ہیں کہ حافظ ابو الحجاج مزی نے شعبہ کے واسطہ والی روایت کی نسبت امام نسائی کی طرف کی ہے اور حافظ مزی حافظ ابن حجر سے اقدم ہے اور حافظ ابن حجر کا شعبہ کے واسطے کے متعلق انکار نظر سے نہیں گذرا اور نہ ہی انکار کی کوئی دلیل مذکور ہے۔ علاوہ ازیں اگر شعبہ کے واسطہ والی روایت سے قطع نظر بھی کی جائے تب بھی صرف سعید والی روایت کو اصح کہنا محل نظر ہے کیوں کہ حافظ ابن حزم نے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت تحریر کی ہے وہ بھی اس کے ہم پلہ ہے کیوں کہ اس میں صرف حمید کی تدلیس کا خطرہ ہے باقی دوسری سند میں کوئی بھی علت نہیں ہے جس طرح اس سعید والی روایت میں صرف قتادہ کی تدلیس کا شبہ ہے پھر صرف قتادہ کی تدلیس کا شبہ ہے پھر صرف سعید والی روایت اصح نہ رہی بلکہ اس کے ساتھ حمید والی روایت بھی اس میں مشارک ہے۔ بہر حال اگر حافظ صاحب نے فرمایا تو ان سے سہو ہو گیا ہے۔ بہر حال زیر بحث حدیث کی سند سے شعبہ کے واسطہ کی نفی کرنے کے لیے کوئی بھی ٹھوس دلیل پیش نہیں کی گئی اور ادہر جمیع نسخوں میں یہ واسطہ موجود ہے اور حافظ مزی نے نسائی شریف میں اس کے وجود پر صادر کیا ہے۔ بہر حال صحیح یہی بات ہے کہ یہ روایت شعبہ کے واسطہ سے ہے۔ بہر حال یہ بالکل صحیح حدیث ہے جو سجدہ میں رفع الیدین کے بارے میں وارد ہے۔ یہ بحث

ضمناً آگئی۔ اصل مقصد یہ تھا کہ اگر اس روایت کی صحت پر زور دیا جائے تو اس میں سجدے میں رفع کا ذِکر ہے اس کا بھی قائل ہونا چاہیے ورنہ حدیث کو صحیح قرار دینا اور اس کے محتویات کو ناقابلِ عمل قرار ٹھہرانا بالکل بے اصولی ذہنی انتشار ہے۔“

(مقالاتِ راشدیہ:۹/۱۷۸تا۱۸۰)

مفتی اور مجتہد میں فرق

سوال: مفتی اور مجتہد میں کیا فرق ہے؟ مجتہد ہر شخص نہیں ہو سکتا، کیا اس کو شریعتِ نصوصہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟

جواب نمبر:40654

بسم الله الرحمن الرحيم

فتوی: 1224-804/ا) 1433/H=9) جو شخص فتوی دینے کے اصول کو ملحوظ رکھ کر فتوی دینے کی صلاحیت واستعداد رکھتا ہے اور اس کی خدمت انجام دے رہا ہے وہ مفتی ہے اور جو شخص کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا علم رکھتا ہے، لغوی وشرعی معانی پر اس کو عبور ہے، وجوہِ استدلال یعنی خاص، عام، مشترک، مؤول، ظاہر، نص، مفسر، محکم، مجمل، تشابہ، خفی، مشکل، حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ، عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص اور ان کے ماخذ اشتقاق، ان کی ترتیب، ان کے معانی اصطلاحیہ قطعیت وظنیت، امر ونہی وغیرہ کے درجات، رواۃِ احادیث کے احوال وغیرہ جیسے امور میں مہارتِ تامہ رکھتا ہے اور ان سب امور کو ملحوظ رکھ کر استنباط واستخراجِ مسائل پر پوری قدرت اس کو حاصل ہے وہ مجتہد ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو علامہ حازمی رحمہ اللہ تعالی کی کتاب”**كتاب الاعتبار فى بيان الناسخ و المنسوخ من الآثار**“ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی ”**تدريب الراوى**“، ”**فتاوى البحر الرائق، فتاوى شامى، حسامى، توضيح تلويح**“وغیرہ۔(۲) مجتہد کے لیے شرائط واوصاف نیز علوم لازمہ کی جو تفصیل (۱) کے تحت لکھی گئی اس کے پیش نظر اس سوال کا مہمل ہونا ظاہر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دار الافتاء،

دار العلوم دیوبند

محترم حافظ محمد عدیل عمران صاحب

”خلافت وملوکیت“ ایک تنقیدی جائزہ

مولانا مودودی صاحب نے جب جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی تو اس کے دستور اساسی میں یہ حق تسلیم کرا لیا کہ۔ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں اس کو اسی درجہ میں رکھے۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا

اگر کسی شخص کے احترام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس پر کسی پہلو سے تنقید نہ کی جائے تو ہم اس کو احترام نہیں سمجھتے بلکہ بت پرستی سمجھتے ہیں۔ اور اس بت پرستی کو مٹانا منجملہ ان مقاصد کے ایک اہم مقصد ہے جس کو جماعت اسلامی اپنے پیش نظر رکھتی ہے۔

(رسالہ ترجمان القرآن ص327)

مودودی صاحب نے اپنی اس تصنیف خلافت وملوکیت میں اپنے اس حق کو آزادی سے استعمال کیا ہے، مثلاً آپ کا ارشاد ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو، اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل وانصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔

(خلافت وملوکیت ص116)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

بلاشبہ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ واجب الاحترام ہیں اور بڑا ظلم کرتا ہے وہ شخص جو ان کی کسی غلطی کی وجہ سے ان کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیتا ہے اور ان

کے مرتبہ کو بھول کر گالیاں دینے پر اتر آتا ہے، مگر یہ بھی کچھ کم نہیں ہے اگر ان میں سے کسی نے غلط کام کیا ہو تو ہم محض صحابیت کی رعایت سے اس کو اجتہاد قرار دینے کی کوشش کریں۔

(خلافت وملوکیت ص143)

پھر ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں کہ

بعض حضرات اس معاملہ میں نرالا قاعدہ کلیہ پیش کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام کے بارے میں صرف وہی روایات قبول کریں گے جو ان کی شان کے مطابق ہوں اور ہر اس بات کو رد کریں گے جس سے ان پر حرف آتا ہو، خواہ وہ کسی حدیث میں ہی وارد ہوئی ہو، لیکن میں نہیں جانتا کہ محدثین، مفسرین وفقہاء میں سے کسی نے یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے اور کون سا محدث یا مفسر یا فقیہ ہے جس نے کبھی اس کی پیروی کی ہے۔

(خلافت وملوکیت ص305)

مودودی صاحب نے جو یہ فرمایا کہ: میں نہیں جانتا کہ محدثین ومفسرین وفقہاء میں سے کسی نے یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے ۔۔۔ مودودی صاحب (اور ان کے ہم نواؤں) سے گزارش یہ ہے کہ یہ ایسا قاعدہ کلیہ نہیں جو محدثین ومفسرین یا فقہاء کے بیان کا محتاج ہو بلکہ یہ اجماعی عقیدہ چلا آرہا ہے، عقائد کی کتابیں دنیا بھر میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور ان پر تمام دنیا کے علمائے اہل سنت کا اتفاق چلا آرہا ہے آپ کو سب سے پہلے اس قاعدہ کی تحقیق کرنے کے لیے کتب عقائد کی طرف رجوع کرنا چاہیے تھا، تاکہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ قاعدہ ہے یا اس سے بھی بڑھ کر عقیدہ ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

شرح عقائد نسفی میں ہے۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو صرف بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا جائے۔

اس کے کچھ بعد فرماتے ہیں کہ:

انہیں برا کہنا، ان کے بارے میں طعن کرنا (یا کفر ہے یا فسق و بدعت) اگر دلائل قطعیہ کے خلاف ہوتا ہے تو کفر ہوگا، جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تہمت لگانا، ورنہ یہ بدعت یا فسق ہوگا۔

(شرح عقائد نسفی ص112)

جب کہ اسی طرح کئی ایک احادیث مبارکہ میں بھی ہے، صرف اشارہ کر رہا ہوں، مثلاً

اللہ اللہ فی اصحابی، لاتتخذوھم من بعدی غرضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

اسی طرح، **اذارایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنت اللہ علی شرکم۔۔۔وغیرہم**

مودودی صاحب احادیث پر تنقید کرنے میں بہت چست ہیں، آپ کی یہ چستی کبھی کبھی حد استہزاء تک بڑھ جاتی ہے مگر یہاں حدیث کا سہارا لے رہے ہیں فرماتے ہیں، خواہ وہ کسی حدیث میں ہی وارد ہوئی ہو۔ اگر مودودی صاحب کے قلب میں دیانت اور عدل وانصاف کا نور ہوگا تو اس جملہ کو لکھتے وقت خود ان کا قلب ان پر ملامت کر رہا ہوگا۔۔ کیا مودودی صاحب خود نہیں جانتے کہ جو روایتیں تاریخ کی کتابوں میں ہیں ان کی حیثیت کیا ہے، سو روایتوں میں بمشکل ایک دو روایتیں ایسی ہوں گی جو حدیث صحیح کے معیار پر پوری اتر سکیں۔ القصہ مختصر جب صحیح حدیث کو بھی کتاب اللہ کے مقابلہ پر تسلیم نہیں کیا جاتا تو کتب تاریخ کی احادیث کو جو عموما کمزور ہوتی ہیں کتاب اللہ کے مقابلہ میں کس طرح تسلیم کر لیا جائے گا؟ اور یہ کس طرح جائز ہوگا کہ کسی تاریخی روایت کی بناء پر اس کو غیر راشد وغیر صالح قرار دیں، جس کو کلام ربانی نے راشد قرار دیا ہے، یہ بعض حضرات جن کے متعلق مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ، یہ نرالا قاعدہ کلیہ پیش کرتے ہیں، غالبا شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:

> یہ مورخین کی روایتیں تو عموما بے سروپا ہوتی ہیں، نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے اور نہ ان کی توثیق، تخریج کی خبر ہوتی ہے۔ نہ اتصال وانقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام کیا بھی ہے تو عموماً ان میں سے ہر غث وثمین اور ارسال وانقطاع سے کام لیا گیا ہے، خواہ ابن الاثیر ہوں یا ابن قتیبہ، ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد، ان اخبار کو مستفاض اور متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے اور بے موقع ہے۔ صحابہ کرام رجوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص ودلائل عقلیہ ونقلیہ کی موجودی میں اگر روایات صحیح احادیث بھی موجود ہوتیں تو مردود یا موول قرار دی جاتیں، چہ جائیکہ روایات تاریخ۔
>
> (مکتوبات شیخ الاسلام ص266ج1)

مودودی صاحب کی کتاب خلافت وملوکیت کو جس وجہ سے سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بننا پڑا ہے اور جس وجہ سے سنجیدہ علمی حلقوں نے بھی اس کی تردید کرنا ضروری سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس کتاب کے ان مندرجات

کو درست مان لیا جائے جو خاص طور سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ہیں تو اس سے عدالت صحابہ کا وہ بنیادی عقیدہ مجروح ہوتا ہے جو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جسے مولانا مودودی بھی اصولی طور پر درست مانتے ہیں۔ مولانا نے اپنی کتاب کے ضمیمے میں یہ سوال اٹھا کر تقریباً پانچ صفحات میں اس اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے ان کی اس بحث کو بار بار بنظر غائر پڑھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے اصل زیر بحث سوال بالکل حل نہیں ہوتا۔ مولانا نے (**الصحابة کلھم عدول**) تمام صحابہ عادل ہیں۔ کو اصولی طور پر اپنا عقیدہ قرار دے کر یہ لکھا ہے کہ اس عقیدے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ صحابہ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ روایت حدیث میں انہوں نے پوری دیانت اور ذمہ داری سے کام لیا ہے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی شخص سے کوئی کام عدالت کے منافی سرزد ہونے کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ صفت عدالت اس سے بالکلیہ منتفی ہو جائے اور ہم سرے سے اس کے عادل ہونے ہی کی نفی کر دیں۔ اور وہ روایت حدیث کے معاملے میں ناقابل اعتماد ٹھہرے؟ میرا جواب یہ ہے کہ کسی شخص کے ایک دو یا چند معاملات میں عدالت کے منافی کام کر گزرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی کلی نفی ہو جائے اور وہ عادل کی بجائے فاسق قرار پائے۔ درآنحالیکہ اس کی زندگی میں مجموعی طور پر عدالت پائی جاتی ہو۔

(ص304)

لیکن اس گفتگو میں مولانا نے اس بحث کو صاف نہیں فرمایا، عقلی طور پر عدالت صحابہ کے تین مفہوم ہو سکتے ہیں۔

1۔ صحابہ کرام معصوم اور غلطیوں سے بالکل پاک ہیں۔

2۔ صحابہ کرام اپنی عملی زندگی میں (معاذ اللہ) فاسق ہو سکتے ہیں، لیکن روایت حدیث کے معاملے میں وہ بالکل عادل ہیں۔

3۔ صحابہ کرام نہ تو معصوم تھے اور نہ فاسق، یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی سے بعض مرتبہ بتقاضائے بشریت دو ایک یا چند غلطیاں سرزد ہو گئی ہوں، لیکن متنبہ کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، اس لئے وہ ان غلطیوں کی بناء پر فاسق نہیں ہوئے۔ چنانچہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی صحابی نے گناہوں کو اپنی پالیسی بنا لیا ہو جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جا سکے۔

اصل سوال یہ ہے کہ مولانا ان میں سے کون سے مفہوم کو درست سمجھتے ہیں؟ پہلے مفہوم کو تو انہوں نے صراحۃ غلط کہا ہے اور جمہور اہل سنت بھی اسے غلط کہتے ہیں۔ اب آخری دو مفہوم رہ جاتے ہیں۔ مولانا نے یہ بات صاف نہیں فرمائی کہ ان میں سے کون سا مفہوم درست سمجھتے ہیں؟ اگر ان کی مراد دوسرا مفہوم ہے یعنی یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف روایت حدیث کی حد تک عادل ہیں ورنہ اپنی زندگی میں وہ (معاذ اللہ) فاسق و فاجر ہو سکتے ہیں تو یہ بات ناقابل بیان حد تک غلط اور خطرناک ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی صحابی کو فاسق و فاجر مان لیا جائے تو آخر روایت حدیث کے معاملے میں اسے فرشتہ تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جو شخص اپنے ذاتی مفاد کے لئے جھوٹ ،فریب ،رشوت ،خیانت اور غداری کا مرتکب ہو سکتا ہے وہ اپنے مفاد کے لئے جھوٹی حدیث کیوں نہیں گھڑ سکتا ۔؟اس لئے تمام محدثین اس اصول کو مانتے آئے ہیں کہ جو شخص فاسق و فاجر ہو اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی ۔ورنہ اگر روایات کو مسترد کرنے کے لیے یہ شرط لگا دی جائے کہ راوی کا ہر ہر روایت میں جھوٹ بولنا ثابت ہو تو شاید کوئی بھی روایت موضوع ثابت نہیں ہو سکے گی۔ اور حدیث کے تمام راوی معتبر اور مستند ہو جائیں گے۔ اور وہ عملی زندگی میں کتنے ہی فاسق و فاجر ہوں۔

اور اگر مولانا عدالت صحابہ کو تیسرے مفہوم میں درست مانتے ہیں جو کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک بھی درست ہے، لیکن مولانا نے جو اعتراضات اپنی کتاب میں کئے ہیں اگر ان کو درست مان لیا جائے تو عدالت کا یہ مفہوم ان پر صادق نہیں آسکتا۔

1۔ اپنے بیٹے کے لئے خوف و طمع کے ذرائع سے بیعت لی۔ (ص148)

2۔ مخالفین کو قتل کی دھمکیاں دے کر مجبور کیا۔۔ (ص153)

3۔ حضرت علی پر خود بر سر منبر سب و شتم کرنے کی بدعت جاری کی۔ (ص173)

4۔ مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی حضرت معاویہ نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ (ص174)

مولانا نے حضرت معاویہ کے اوپر اور بھی بہت سی باتیں کیں، صرف چار کا ذکر کیا گیا۔ الغرض اگر اس چارج شیٹ کو درست مان لیا جائے تو اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) فاسق قرار پاتے ہیں، تو عدالت کا یہ تیسرا مفہوم جسے آپ درست مان کر آئے ہیں۔ ان پر کیسے صادق آسکتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ مولانا نے جو کچھ حضرت معاویہ کے بارے میں لکھا ہے اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو انہیں فسق کے الزام سے بری قرار دینے

کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ پھر تو لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) وہ فاسق تھے اور ظاہر ہے اس صورت میں الصحابة کلھم عدول کا عقیدہ سلامت نہیں رہ سکتا۔ اور پھر اس ایک عقیدے پر کیا موقوف ہے۔ اسلام کے سارے عقائد اور سارے احکام ہی خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔

مولانا مودودی صاحب نے اپنی اس کتاب کے ضمیمے میں اس پہلو پر بھی بحث کی ہے کہ جن تاریخی کتابوں کے حوالے سے انہوں نے روایات نقل کی ہیں، وہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں؟ انہوں نے حدیث اور تاریخ کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جرح و تعدیل کے معروف طریقے دراصل احکامی احادیث کے لیے مقرر کئے گئے ہیں، اور تاریخی روایات کی اس معیار پر تحقیق شروع کی گئی تو تاریخ اسلام کا کم از کم 10 / 9 حصہ ناقابل قبول ہو جائے گا۔

یہاں ہمیں دو گزارشیں کرنی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات کہتے وقت مولانا نے مسئلے کی صحیح نوعیت کو محسوس نہیں فرمایا، جو اس وقت زیر بحث ہے، محض تاریخ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ عقائد و کلام کا مسئلہ ہے، مشاجرات صحابہ میں کون حق پر تھا؟ کس سے کس قسم کی غلطی ہوئی؟ اور اس غلطی کا اثر عدالت صحابہ کے عقیدے پر کیا پڑتا ہے؟ یہ تمام مسائل عقائد کے مسائل ہیں ساری امت ان مسائل کو عقائد کا جزو مانتی آئی ہے، علم عقائد و کلام کی کوئی کتاب ان سے خالی نہیں ہے اور ان ہی مسائل کی بنیاد پر اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ المختصر جس شخص کی زندگی میں مجموعی طور سے خیر غالب ہو اس پر کسی گناہ کبیرہ کا الزام اس وقت تک درست تسلیم نہیں کیا جائے، جب تک وہ مضبوط اور قوی دلائل سے صحیح ثابت نہ ہو چکا ہو۔ صحابہ کرام کا معاملہ تو بہت بلند ہے۔

تاریخی واقعات میں ان راویوں کے قابل اعتماد ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ان کے بیان کئے ہوئے وہ واقعات بھی بے چوں و چرا تسلیم کر لیے جائیں جن کی زد عقائد یا احکام پر پڑتی ہے۔ کسی بات کے محض تاریخی ہونے کا فیصلہ اس بات سے نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی تاریخ کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بلکہ اگر تاریخی کتابوں میں عقائد و احکام سے متعلق کوئی چیز آئے گی تو اسے جانچنے کے لیے لازماً وہی اصول استعمال کرنے پڑیں گے جو عقائد و احکام کے استنباط کے لئے مقرر ہیں۔

المختصر اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء شروع سے کہتے چلے آئے ہیں کہ ان ضعیف تاریخی روایات کے ذریعے صحابہ کرام پر کسی گناہ کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا، مثال کے طور پر علامہ احمد بن حجر الہیثمی اپنی مشہور کتاب **الصواعق المحرقۃ** میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور جو شخص (صحابہ کرام کی لغزشوں سے متعلق) کچھ سنے تو اس پر واجب ہے کہ اس معاملے میں تحقیق سے کام لے اور صرف کسی کتاب میں دیکھ لینے یا کسی شخص سے سن لینے کی بناء پر اس غلطی کو ان میں سے کسی کی طرف منسوب نہ کرے، بلکہ یہ ناگزیر ہے کہ اس کی پوری تحقیق کرے، یہاں تک کہ اس کی نسبت ان کی طرف صحیح ثابت ہو جائے، اس مرحلے پر یہ واجب ہے کہ ان کے لئے تاویلات تلاش کرے۔

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب **العقیدۃ الواسطیہ** میں اہل سنت کے امتیازی عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

(اہل سنت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ) جن روایات سے صحابہ کرام کی برائیاں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے کچھ تو جھوٹ ہی جھوٹ ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور ان کا اصل مفہوم بدل دیا گیا ہے، اور ان میں سے جو روایتیں صحیح ہیں ان میں صحابہ معذور ہیں یا مجتہد برحق ہیں یا اجتہادی غلطی کے مرتکب، لیکن اس کے باوجود اہل سنت کا عقیدہ یہ بھی نہیں ہے کہ صحابہ کا ہر ہر فرد چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے معصوم تھا، بلکہ فی الجملہ ان سے گناہ صادر ہو سکتے ہیں، مگر ان کی فضیلتیں اتنی ہیں کہ اگر کوئی گناہ سرزد ہوا بھی تو یہ فضائل ان کی مغفرت کا موجب ہیں۔

اہل سنت کی لکھی ہوئی عقائد و کلام کی تمام کتابیں پڑھ جایئے وہ اول سے آخر تک اس معاملے میں یک زبان نظر آئیں گی کہ صحابہ کرام سے کسی گناہ کا صدور خالصۃً عقائد کا مسئلہ ہے۔ اور اس کا اثبات ضعیف، مجروح، منقطع یا بلاسند تاریخی روایتوں سے نہیں ہو سکتا، خاص طور سے مشاجرات صحابہ کے معاملے میں اس اصول کی بڑی شدت کے ساتھ پابندی کی ضرورت ہے کیونکہ بقول علامہ ابن تیمیہؒ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سبائی پروپیگنڈے کے اثر سے صحابہ کرام پر بے بنیاد تہمت طرازیوں کا سلسلہ بہت وسیع ہو گیا تھا اور اس پروپیگنڈے کے اثرات سے مشاجرات کے زمانے کی تاریخ بھی محفوظ نہ رہ سکی، یہی وجہ ہے کہ تمام اہل سنت نے

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کو اجتہادی اختلاف اور حضرت معاویہ کی غلطی کو اجتہادی غلطی قرار دیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جن روایات کی بنیاد پر آج مولانا مودودی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقی غلطی اور سیاسی اغراض کے لئے قرآن و سنت کی صریح خلاف ورزی کا مجرم قرار دے رہے ہیں۔ وہ روایات آج چودہویں صدی میں کوئی نئی دریافت نہیں ہو گئی ہیں، بلکہ یہ تیرہ صدیوں سے مسلمانوں کی تواریخ میں نقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔ اس کے باوجود اہل سنت کے کسی ایک فرد نے بھی ان کی بناء پر حضرت معاویہ پر یہ الزام نہیں لگایا بلکہ عقائد کی جس کتاب کو اٹھا کر دیکھیے اس میں یہی لکھا ہوا ملے گا حضرت معاویہ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی ۔(دیکھئے شرح الفقہ الاکبر ص 82) سوال یہ ہے کہ کیا عقائد کے یہ علماء وائمہ سب کے سب تاریخی روایتوں سے بے خبر تھے ؟ یا انہیں ان روایتوں کا علم تو تھا مگر اتنی فہم نہیں تھی کہ وہ اجتہادی غلطی اور حقیقی غلطی میں تمیز کر سکتے ؟ یا انہیں روایات کا علم بھی تھا اور وہ ان کا مطلب بھی سمجھتے تھے مگر عقائد کی کتابیں مرتب کرتے وقت انہوں نے خیانت سے کام لیا اور اصلی واقعات کو چھپا کر محض جذباتی جوش عقیدت پر عقائد کی تعمیر کھڑی کر دی؟ المختصر یہاں تک کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جنھوں نے خود اس قسم کی روایات اپنی تاریخ میں نقل کی ہیں وہ جنگ صفین کے بیان کے بعد لکھتے ہیں کہ

> ترجمہ: یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ حضرت علی حق پر تھے اگرچہ حضرت معاویہ بھی مجتہد ہونے کی وجہ سے ان شاء اللہ ماجور ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان روشن دلائل کی موجودگی میں کوئی انصاف پسند انسان مولانا مودودی کے اس موقف کو درست تسلیم نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام پر نفسانیت پرستی اور ارتکاب کبائر کا الزام عائد کرنے والی روایات کو ان کے ضعیف اور مجروح ہونے کے باوجود قبول کر لیا جائے اور اس سلسلے میں ہر قسم کی جرح و تنقید کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس معاملے میں مولانا مودودی کا یہ عجیب و غریب طرز عمل اختیار کر لیا جائے تو کسی صحابی کی آبرو محفوظ نہیں رہ سکتی اور کل کوئی نیا محقق اسی قسم کی روایات کے بل پر خود حضرات شیخین پر بڑی آسانی سے دست درازی کر کے ان کے عہد خلافت ہی میں ملوکیت کے جراثیم دکھلا سکتا ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہم سب کو ہدایت سے نوازے۔ آمین

ماخذ و مراجع

خلافت و ملوکیت کا تنقیدی جائزہ کے لیے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا، اور ان سے اختصار کے ساتھ یہاں نقل کیا گیا۔

1۔ **شواہد تقدس**۔ مؤلف کتب کثیرہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ

2۔ **حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق**۔ مؤلف مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

3۔ **خلافت و ملوکیت**۔ مولانا سید ابو الاعلی مودودی صاحب

محترم محسن اقبال صاحب حفظہ اللہ

کپڑے نہ ہونے پر ننگا نماز پڑھنا
اور "بہشتی زیور" پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلدین نے مولانا تھانویؒ کی کتاب بہشتی زیور پر اعتراض کیا ہے کہ مولانا تھانوی کے نزدیک ننگا ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن یہاں بھی اپنی عادت سے مجبور ہو کر ادھوری بات نقل کی۔

مولانا تھانویؒ نے ایک مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر سارا کپڑا نجس ہو تو ننگی نماز پڑھنے سے اس نجس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے۔۔۔ اگر کپڑے نہ ہوں تو ننگی نماز پڑھے اور اس جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور بیٹھ کر پڑھے۔ یہ مسئلہ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ سے ثابت ہے۔ اگر صرف مسئلہ لکھنے پر اور بیان کرنے پر اعتراض ہے تو پھر یہ اعتراض امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق پر بھی آئے گا جنہوں نے یہی مسئلہ بیان کیا۔ یہی فتویٰ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی، فقیہ اور محدث تھے ان کا بھی ہے۔

حدثنا يزيد بن هارون، عن هشام، عن الحسن، في القوم تنكسر بهم السفينة فيخرجون عراة كيف يصلون؟ قال: جلوسا وإمامهم وسطهم ويسجدون ويغضون أبصارهم

(مصنف ابن ابی شیبہ)

امام ابن ابی شیبہؒ نے باب باندھا

"لوگوں کے پاس کپڑے نہ ہوں اور نماز کا ٹائم ہو تو کیا کریں"

امام عبد الرزاق نے تو یہاں تک باب باندھا ہے کہ

"برہنہ شخص کا نماز ادا کرنا"

ننگا نماز پڑھنے کا ذکر امام عبد الرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔

اب ان پر اعتراض کرو کہ ابن ابی شیبہ نے تابعین سے اور امام عبد الرزاق نے تابعین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی مسئلہ کیوں نقل کیا؟ کیا کوئی غیر مقلد امام ابن ابی شیبہؒ اور امام عبد الرزاقؒ پر اعتراض کرے گا کہ

انہوں نے ننگا نماز پڑھنے کا ذکر حدیث کی کتب میں کیوں کیا؟

غیر مقلدین اپنی گھر کا بھی خبر لیں کیونکہ ان کے نواب صدیق حسن خان تو لکھتے ہیں کہ

"عورت تنہا اور دوسری عورتوں کے درمیان، شوہر کے ساتھ یا دوسرے محارم کے ساتھ بالکل برہنہ ہو کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے"۔

(بدور الاہلہ،39)

اب تو غیر مقلدین کے نواب صاحب نے عورت کے ننگی ہو کر نماز پڑھنے کو صحیح قرار دے دیا تو کیا کسی غیر مقلد میں جرأت ہے کہ وہ اپنے نواب صاحب کے خلاف وہی فتویٰ صادر فرمائیں جو مولانا تھانویؒ کے خلاف صادر کیا تھا؟

محترم محمد عمر صاحب حفظہ اللہ (قسط:٦)

کشف القناع کا تحقیقی جائزہ

پاخانہ کماتے یا کراتے؟

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ارشد چشتی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کا پاخانہ کماتے تھے (مفہوم کشف القناع جلد 2 صفحہ 222)

جواباً عرض ہے کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کے متعلق اس عبارت کے سیاق و سباق کو دیکھتے ہوئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "پاخانہ کراتے" کی جگہ کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے "پاخانہ کماتے" چھپ گیا ہے۔ چنانچہ پوری عبارت یوں ہے:

> "یہ دونوں (شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبد الحئی بڑھانویؒ از ناقل) بزرگ آپکی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنے کو اپنا فخر دارین جانتے تھے۔ اور ان دنوں سر تاج علماء دہلی نے جنکی تعظیم بادشاہ تک کرتے تھے اپنے تیئں بالکل مٹا دیا تھا۔ پاخانہ کماتے، چکی پیستے، دانہ دلتے، گھاس کھودتے، بوجھا اٹھاتے، سائیسی کرتے غرض کسی ذلیل سے ذلیل کام سے بھی انکو عار نہ تھی"
>
> (سوانح احمدی صفحہ 142)

اس اقتباس کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "پاخانہ کماتے" کی جگہ "پاخانہ کراتے" ہونا چاہئے کیونکہ یہاں بات سید صاحب رحمہ اللہ کی خدمت کی ہو رہی ہے نہ کہ وظائف و عملیات کی جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھ بیٹھے ہیں۔ مزید اسی اقتباس میں "بوجھ" کی جگہ "بوجھا" چھپ گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کتاب میں کتابت کی غلطیاں موجود ہیں۔ کتابت کی غلطیوں پر اعتراض کرنا اہل فہم کا کام نہیں کیوں کہ وہ اقتباس سے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ مصنف نے کیا لکھا ہوگا اور کتابت کی غلطی سے کیا چھپ گیا ہے۔ خود ارشد مسعود بریلوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

> "کتابت کے دوران بیشمار لفظی غلطیاں ہو جاتی ہے"
>
> (کشف القناع جلد اول صفحہ 183)

لگتا ہے ارشد چشتی صاحب کی دماغی حالت دفاع اہلسنت پڑھنے کے بعد کافی خراب ہو چکی ہے جو موصوف بار بار اپنے ہی طے کردہ اصولوں کا خون کئے جا رہے ہیں۔

کیا بریلویوں کے یہاں ملفوظات معتبر ہیں؟

مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے دفاع اہلسنت میں لکھا ہے کہ:

"رضاخانیوں کو بھی تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر رطب و یابس مل جاتا ہے"

(دفاع اہلسنت ج1 صفحہ 146)

اس کے جواب میں ارشد چشتی صاحب نے بہت زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملفوظات دیوبندیوں کے یہاں معتبر ہوتے ہیں لیکن جناب علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب کی بات کو سمجھے ہی نہیں یا جان بوجھ کر قارئین کو الجھانا چاہا۔ مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے دیوبندیوں کے نزدیک ملفوظات کی حیثیت پر بات نہیں کی بلکہ رضاخانیوں کی بات کی ہے، چنانچہ رضاخانیوں کا اصول ہے کہ

"بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں"

(عبارات اکابرین کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ج1 صفحہ 391)

حنیف قریشی صاحب کے بقول تو کبھی راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود بھی حدیث و ملفوظات کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔

(مفہوم روئداد مناظرہ گستاخ کون صفحہ 392)

ارشد چشتی صاحب کو مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب کے خلاف لکھنے کے بجائے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے۔

تقویت الایمان کی وجہ سے شورش؟

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتاب تقویت الایمان پر علماء اہلسنت کو پورا اعتماد تھا بلکہ اگر تقویت الایمان کو خاندان ولی اللہی کی مصدقہ کتاب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ارشد چشتی صاحب نے اس بات پر کافی زور دیا ہے کہ تقویت الایمان کی وجہ سے برصغیر میں شورش ہوئی جس کی وجہ تقویت الایمان کی شدت ہے۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا طرز اگر سخت تھا بھی تو کون سا آسمان ٹوٹ پڑا؟ یہ انداز تو

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی اپنایا ہے۔ چنانچہ سعید احمد نقشبندی محمد مراد مکی کا مکتوب اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے جس میں محمد مراد مکی فرماتے ہیں:

”حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں بہت سے مقامات پر بدعت کے متعلق سخت رویہ اختیار فرمایا ہے اور آپ اس کے حق دار بھی تھے کیونکہ اگر بدعت کے معاملہ میں آپ شدت نہ اختیار فرماتے تو سارا ہندوستان اور ماوراء النہر کا علاقہ بدعت کی تاریکیوں میں ڈوب جاتا“

(مسلک امام ربانی صفحہ 326،325)

ہماری طرف سے بھی یہی جواب سمجھا جائے کہ اگر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سختی سے کام نہ لیتے تو سارا ہندوستان شرک کی تاریکیوں میں ڈوب گیا ہوتا۔ جب مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی شدت بریلویوں کو ہضم ہو جاتی ہے تو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا غصّہ آخر کیوں؟

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور بریلوی حضرات

غلام مہر علی صاحب بریلوی شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور وہی سارنگی بجانے والے اس کے بیٹے رفیع الدین و عبد القادر ہیں“

(معرکۃ الذنب ص 8،7)

آگے لکھتے ہیں:

”خواجہ اللہ بخش تونسوی فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے ہگا شاہ عبد العزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا۔“

(معرکۃ الذنب ص 8)

آگے لکھتے ہیں:

”قرآن مجید کا فارسی و اردو میں غلط ترجمہ کرنے والوں میں اس سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد الملقب بہ شاہ ولی اللہ۔“

(معرکۃ الذنب ص 15)

ارشد چشتی صاحب نے رسوائی سے بچنے کے لئے ان جیسی عبارات کا جواب یہ دیا ہے کہ ہمارے علماء نے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی تحریف شدہ کتب مثلاً **البلاغ المبین، تحفة الموحدین** وغیرہ دیکھ لی تھی جس کی بنا پر ایسا تبصرہ کیا(کشف القناع جلد دوم)

یہ ارشد چشتی صاحب کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ اوپر کے اقتباس میں صاف طور پر شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کو نشانہ بنایا گیاہے. اسی طرح عالم محمود احمد قادری شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"جس طرح مرزا قادیانی دجال کو اس کی درثمین نہیں بچاسکتی اسی طرح شاہ ولی اللہ کو بھی اس کی درثمین نہیں بچاسکتی۔"

(ریحان المقربین ص52)

معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات کے پیش نظر شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی دیگر کتابیں بھی تھی لیکن اس کے باوجود بھی بریلویوں نے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کو کبھی وہابی تو کبھی شیعہ قرار دیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محترم عدنان فاروقی حفظہ اللہ (قسط:۵)

القول المبین فی رد الحق المبین المعروف الحق المبین کے دفاع کا رد بلیغ

علمائے اہل سنت دیوبند علمائے بریلویہ کی نظر میں

ہم نے الحق المبین پر ایک نظر کتاب میں طوالت سے بچنے کے لیے فقط بریلوی کتب کے حوالے دیئے تھے جن سے علمائے دیوبند کا مسلمان بلکہ ولی اللہ ہونا بھی ثابت ہوتا تھا. اس میں پہلا حوالہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کا تھا. اس حوالے میں یہ تھا کہ توکل شاہ انبالوی خواب دیکھتے ہیں اور اس خواب کو روایت کرنے والے مشتاق ابیپڑھوی صاحب ہیں اس خواب میں دیکھتے ہیں توکل شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوۃ السلام کو خواب میں دیکھا وہ تشریف لے جا رہے تھے. جہاں حضور علیہ السلام کا قدم پڑتا تھا مولانا محمد قاسم بھی اپنا قدم وہی رکھتے تھے. (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۵۵۷) اور رضاخانی کتب سے یہ ولایت پر دال ہے۔

رضاخانی جواب کا خلاصہ

رضاخانی نے یہاں بھائی لیئق رحمانی صاحب کی کتاب میں موجود لاجواب مضمون پر کچھ کلام کیا. (بھائی لئیق رحمانی صاحب نے یہ کہا تھا کہ تمہارے نزدیک خواب ہی حقیقت پر محمول ہوتے ہیں. اور بریلوی کتب کے حوالے دیئے تھے) اس پر یہ جناب کہتے ہیں کہ بریلوی علماء نے دیوبندی خوابوں پر فتویٰ ان کے گستاخانہ عقائد کی وجہ سے لگایا ہے. پھر بریلوی علماء کی عبارات نقل کر کے یہ باور کرایا کہ ان کے نزدیک دیوبندی عقائد کی بنا پر فتویٰ لگایا ہے... پھر لکھتے ہیں اگر واقعی خواب تو قبلہ فیض ملت رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس کی تعبیر صحیح ہے۔

(الحق المبین کی حقانیت صفحہ ۵۷)

الجواب

اولاً تو اس رضاخانی میں بات سمجھنے کی علمی لیاقت بھی نہیں ہے. چنانچہ حوالہ مذکورہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں یہ بات واضح ہے کہ یہ خواب توکل شاہ انبالوی نے دیکھا جو بریلوی پیر ہیں اور بریلوی علماء کے ہاں معتبر ہیں لہذا نہ تو عند البریلویہ یہ گستاخ ہیں نہ ہی ان کے عقائد گستاخانہ، بلکہ بریلویہ کے ہاں یہ عاشق ہیں تو خواب بھی درست ثابت ہوا. لہذا یا تو توکل شاہ انبالوی کو گستاخ مانو پھر یہ تاویل کرو ورنہ تاویل ہی مردود ہے۔

ثانیاً خود بریلوی تیمور صاحب نے تسلیم بھی کیا ہے کہ اگر واقعی خواب تو قبلہ فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس کی تعبیر صحیح ہو سکتی ہے (صفحہ ۵۷) تو چونکہ یہ خواب بریلوی پیر کا ہے تو یہ خواب عند البریلویہ واقعی خواب ہے لہٰذا اس کی تعبیر بھی درست ہو گی اور عند البریلویہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ولایت محمدیہ کے درجہ پر فائز ہیں.

ثالثاً رضاخانی نے یہ لکھا کہ

"اس میں راوی راوی کے معتبر ہونے کی شرط قائم ہے جبکہ مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب کا علماء دیوبند کی طرف میلان ثابت ہے۔

(الحق المبین کی حقانیت صفحہ ۶۱)

جبکہ بھائی لئیق رحمانی صاحب کے اسی جگہ پر جس تحریر کا آنجناب جواب دینے کی کوشش کر رہے ہیں مشتاق انبیٹھوی کو بریلوی اور بریلوی اکابر کا پیر و معتبر ثابت کیا تھا۔ جسکو بریلوی وکیل گیارہویں کی لذیذ کھیر سمجھ کے کھا گیا۔ چنانچہ ہم یہاں کچھ بحث پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ راوی مشتاق صاحب بھی بریلوی حضرات کے ہاں معتبر ہیں۔

ارشد مسعود صاحب کا حال یہ ہے کہ مولانا نانوتویؒ کے بغض میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ اپنے ہی بڑے کا انکار کئے جا رہے ہیں اور ان کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ نور بخش توکلی صاحب خود ان کے متعلق لکھتے ہیں

شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری ادام الہ تعالی فیوضہ

[تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۵۲۷]

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں

مولانا توکلی نے حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے سلسلہ نقشبندیہ سے فیض و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت توکل شاہ کے وصال کے بعد مولانا مولوی مشتاق احمد محدث انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے فیوض سلسلہ صابریہ سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت مولانا مشتاق احمد جلیل القدر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے شیخ

طریقت بھی تھے۔ آپ کی وجہ سے سلسلہ صابریہ کے علمی و روحانی کمالات مخلوق خدا کے لیے بڑی عمدگی سے پہنچے اور خرقہ خلافت بھی حاصل ہوا۔

[تذکرہ علما اہل سنت و جماعت لاہور صفحہ ۲۹۷]

مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب نور بخش توکلی کے بھی مرشد تھے، چنانچہ نور بخش توکلی صاحب خود لکھتے ہیں

راقم الحروف نے واقع میں حضرت شاہ صصاحب سے دریافت کیا کہ کہا آپ نے مجھے خلافت دے دی؟ فرمایاہاں۔ اس طرح **شیخنا العلامہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی چشتی صابری** نے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مجھے خلافت سے سر فراز فرمایا۔

[تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۶۲۲]

سیرت رسول عربی میں لکھاہوا ہے

آپ نے (نور بخش از راقم) بلند پایہ عالم دین حضرت مشتاق احمد انبیٹھوی ثم لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سلسلہ صابریہ میں اکتساب فیض کیا۔ حضرت نے بھی آپ کو خرقہء خلافت سے نوازہ۔

[سیرت رسول عربی صفحہ ۱۸]

غلام نصیر الدین سیالوی نے بھی عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۵۲ تا ۵۴ جلد اول پر دیوبندی کے کھاتے میں ڈال کر اپنی جان نہیں چھڑائی جیسی حرکت ارشد صاحب نے کی ہے بلکہ اس نے بھی اس کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہوئے اس کے دفاع کی ناکام کوشش کی ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ مشتاق احمد صاحب رضاخانیوں کے بڑے عالم، پیر طریقت اور نور بخش توکلی کے بھی مرشد اور نور بخش ان کے خلیفہ تھے۔ نیز یہ کہ بریلوی علماء کے تذکرہ میں انکا تذکرہ بھی مل گیا ہے۔ سو اس قدر معتبر اور بڑے شخص کا انکار بجائے بے حیائی و بے شرمی کے اور کیا ہے۔ ارے بدبختو! بڑوں کے نام کا استعمال کر کے، ان کے نام کی روٹیاں کھانے والے بے وفالوگو! جب دفاع نہ کر پاؤ تو ان کا انکار کرنے میں غنیمت سمجھنے والے بے وقوفو! سنو! تمہارے اپنے اصول اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

اختر رضا خان لکھتا ہے:

جہاں ان علماء دیوبند کا مطلب نکل رہا ہو وہاں ساتھ ہوں گے اور جہان ان کے فرقہ دیابنہ کے خلاف ہو وہاں یہی سارے بزرگ غیر معتبر۔

[قہر خداوندی صفحہ ۹۴ جلد ۲]

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

انوار الباری میں بھی اس کی خدمات کا اعتراف موجود ہے۔ لہٰذا جناب کا اپنے جید عالم اور گاڑھے دیوبندی کا انکار کرنا بے غیرت اور بے حیا ہونے کے مترادف ہے۔

[کنز الایمان اور مخالفین صفحہ ۲۸۴]

نیز انہی کے ہم زلف مولوی ابو عبد اللہ نقشبندی لکھتے ہیں

"جو اپنے بڑوں کا انکار کر دیتے ہیں وہ کتنے بڑے مکار، دجال اور دھوکہ باز ہیں ایسے کذاب اور مکار جس کا چاہیں اس کا انکار کر ڈالیں۔"

[ہدیہ بریلویت پر ایک نظر صفحہ ۱۹۵]

قارئین اندازہ لگائیں رضاخانیوں کو ہم دجال یونہی نہیں کہہ رہے تھے ان کے ہم مسلک نے بھی ان کے لیے یہ اصول بنالیا ہے۔ پس یہ ہماری بات کی بھی دلیل ہو گئی۔

مشتاق صاحب کا انکار کر کے جناب ارشد چشتی صاحب (۱) مکار (۲) دجال (۳) کذاب (۴) دھوکہ باز (۵) بے غیرت (۶) بے حیا تک ثابت ہوتے ہیں۔ نیز جہاں جواب نہ بن پڑے پلو جھاڑ کر ایک نرالی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ سبحان اللہ ایسے بے وقعت قسم کے محقق رضاخانیت کو دو چار اور مل جائیں تو رضاخانیت کا خود ہی بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

جب لئیق رحمانی بھائی نے مشتاق صاحب کو بریلوی رضاخانی حضرات کے ہاں معتبر ہونا ثابت کیا تھا تو اس کو گول کر کے پھر وہی گھسی پٹی بات دہرا دینا کہاں کا انصاف ہے۔

اس حرکت پر خود اپنا لکھا ہی پڑھ لیا ہوتا، چنانچہ خود اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں

"اس تاویل کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے ـــــ مگر وکیل صفائی بجائے جواب دینے کے وہی پرانی تاویلات پہ ہی اکتفا کیے ہوئے ہیں۔"

(صفحہ ۲۱۴)

چنانچہ اپنے بزرگوں کے پیر کا انکار کر کے رضاخانی متعدد فتوؤں کی زد میں آگیا۔

دوسرا حوالہ

دوسرا حوالہ ڈھول کی آواز نامی کتاب کے حوالے سے دیا گیا تھا جس سے بھی حضرت نانوتوی رحمہ کی عظمت و اسلام ثابت ہوتا تھا۔ چنانچہ اس پر رضاخانی نے یوں گلوخلاصی کی ہے۔

”یہ ہمارے معاند کے گھر کی کتاب ہے ان کے اپنے اصول سے ہم پر حجت نہیں۔

(صفحہ ۶۲)

الجواب:

اسکا جواب بھی بھائی لئیق رحمانی صاحب نے دیا تھا چنانچہ ہم وہ پیش کرتے ہیں چنانچہ لئیق بھائی لکھتے ہیں

" قارئین ہمیں یہ یقین کامل ہو گیا ہے کہ چشتی صاحب نرے جاہل ہیں۔اس کے کچھ دلائل پیچھے گزر چکے ہیں کچھ ساتھ ساتھ آتے رہیں گے۔

اول تو مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی صاحب نے ڈھول کی آواز کا حوالہ دے کر پھر فوز المقال کا حوالہ دیا تھا جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی تھی کہ خواجہ صاحب کے مرید تک نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جو خواجہ صاحب نے کہا اسی کو خانوادہ دیوبند نے چھاپا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے پیٹ سے کوئی بات نہ کی تھی۔

لیکن اس چشتی کی بے بسی دیکھئے کہ اس حوالہ کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے حوالے لے کر آئے۔ کیا آپ اس کو جواب کہہ رہے ہیں؟ بھئی جس ہمارے سے ہمارا استدلال تھا اس کو ہضم کر کے یہ کون سا جواب دیا جارہا ہے؟ ہم یہ سمجھنے یہ قاصر ہیں کہ رضاخانی اس کو جواب کہہ رہے ہیں جس کو خود رضاخانی اصولوں سے جواب کہا ہی نہیں جاسکتا ہے بلکہ یہ تو خود رضاخانی اصول سے عاجزی اور اپنی کتابوں سے بے زاری کی دلیل ہے۔"

(کشف الخذاع)

تیسرا حوالہ

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے حوالے سے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تائید میں تھا اس کا جواب رضاخانی نے یوں دیا۔

”خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے دونوں معنی لینے والا مسلمان ہے جبکہ نانوتوی خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا منکر ہے اس لیے یہ حوالہ ہمارے معاند کو مفید اور حسب سابق ہمیں مضر نہیں۔“

(صفحہ ۶۲)

الجواب:

رضا خانی نے یہ جھوٹ تو بول دیا کہ حضرت نانوتویؒ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا منکر ہے مگر دلیل نہیں دی اور بلا دلیل بات مردود ہوتی ہے رضا خانی اصول سے۔

چوتھا حوالہ

مقابیس المجالس کے حوالے سے ہم نے جب علماء دیوبند کی تعریف دکھائی تھی تو اس پر رضا خانی نے یہ تاویل کی ہے کہ

”(مقابیس المجالس) کتاب الحاقی ہے اس کی مکمل ذمہ داری خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ پر عائد نہیں ہوتی“

(صفحہ ۶۲)

الجواب

اس بات کا جواب بھی کشف الخداع میں دے دیا گیا تھا چنانچہ ہم نقل کیے دیتے ہیں۔

"دوم جناب نے اس کتاب کو محرف ثابت کرنے پر زور لگایا ہے اور بہت زور لگا کر یہ بات کہی ہے کہ اس میں الحاق ہو گیا تھا۔ جبکہ جناب کی یہ حرکت خود رضا خانیوں کو قابل قبول نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی حشمت علی لکھتا ہے؛

یوں تو ہر بے دین کو اختیار ہے کہ جس مسلم بزرگ کی کتاب میں اپنی بے دینی کا رد و ابطال دیکھے فوراً کہہ دے کہ اس کتاب کے ان بزرگ کی تصنیف ہونے میں کلام ہے۔

[فتاوی حشمتیہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۱]

دیکھیے کیسی منظر کشی کرتے ہوئے حشمت علی صاحب نے چشتی صاحب کے بے دینی کا پردہ چاک کیا ہے۔ لہٰذا ہم یہی کہتے ہیں بجائے انکار کے جواب دیا جائے۔

مولوی احمد رضا کا اصول اور مقابیس المجالس

مولوی احمد صاحب کے بقول کتاب کے متداول ہونے کے بعد بھی اس میں تغیر و تحریف کا امکان نہ مانیں گے اور پھر متداول کا معنی یوں کرتے ہیں:

تداول کے یہ معنی ہیں کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کی **مطمح** نظر رہی ہے۔ جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آ چکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا گئے۔

[فتاوی رضویہ قدیم جلد ۶ صفحہ ۳۰۹]

لہٰذا مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوا کہ اگر یہ بالفرض مان بھی لیا جائے کہ مقابیس المجالس میں تحریف ہوئی ہے تو جس جگہ تحریف ہوئی علماء نے وضاحت کر دی کہ یہاں مرزائیوں کے حق میں یہ بات ہے لہٰذا یہ تحریف ہے۔ اب اس کے علاوہ یہ علماء کی نظر سے بھی گزر چکی اور اس کتاب کو معتبر بھی مانا گیا۔ کسی نے بھی ان جگھوں پر تحریف کا انکشاف نہیں کیا ۔ آج تک کے دو ٹکے کے لوگوں کی بات نہیں جو تمہارے معتبر ہیں ان مقامات پر تحریف کے حوالے سے خاموش ہیں لہذا یہ مقامات بالکل محرف نہیں۔ لیجئے ہم نے آپ کے مجدد سے ایک اور اصول دے کر آپ کے انکار کی وجہ کو ختم کر ڈالا ہے۔

نیز مولوی احمد رضا کا یہ قول ہے کہ تحریف ثابت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اصل مسودہ مصنف سے دکھایا جائے۔ نیز مولوی احمد رضا نے شیخ عبد الوہاب شعرانی کے حوالے سے ابن عربیؒ کی کتب میں تحریفات مانی ہیں۔

[دیکھئے انہار الانہار]

لیکن کیا ان تحریفات کے سبب سے تمام کتب کو شگوڑ دیا جائے گا؟ نہیں مولوی احمد رضا کے بقول جن عبارات کا محرف ہونا دلایل سے ثابت ہو گا اسی جگہ تحریف مانی جائے گی ور تحریف ثابت کرنے کا اصل طریقہ اصل مسودہ مصنف سے دکھانا پڑے گا۔ ہم بھی آپ کے اعلی حضرتکے اصول کے سبب آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تحریف کے مدعی اپنے گھر کے اصول کی روشنی میں اصل مسودہ مصنف سے دکھائیں ورنہ مولوی احمد رضا کے اصول پر تحریف

نہ مانی جائے گی اور آپ کی بات بے دلیل ہونے کے سبب آپ ہی کے گھر ے اصولوں سے بھی مردود ہو جاتی ہے۔ نیز مرزائیوں کے حوالے سے تو آپ نے غلام جہانیاں کے حوالے سے تحریف کی بات کی لیکن کیا ہماری پیش کردہ عبارت میں بھی تحریف ہوئی؟ اس حوالے سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا واضح دلائل لائیں بقول مولوی احمد رضا خان صاحب کے! نیز اس مقام پر سکوت اختیار کرنا بھی آپ کے اصولوں سے تائید کی بین دلیل ہے۔

کیا کسی کتاب میں تحریف سے پوری کتاب غیر معتبر ہو جائے گی؟

ہم یہاں پر ایک بات یہ بھی کرنا چاہتے ہیں کہ بڑی بڑی کتب کا غیر مستند اقوال پائے جانے سے غیر معتبر ہونا قطعا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ چشتی صاحب جان چھڑانے کی کوشش میں ہیں۔ چنانچہ جناب کے گھر کی کتاب میں ہی یہ بات ملتی ہے:

فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفیہ، شرح عقائد نسفیہ، مواقف، شرح مواقف وغیرہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے

[دیوبندیوں سے لاجواب سوالات صفحہ ۳۱۳]

لیجئے بغور دیکھئے کہ کتنی بڑی بڑی اور عقائد کی کتب کے بارے میں یہ تک کہا کہ ان میں غیر مستند اقوال ہونا بھی ضروری نہیں۔ نیز اس حوالے سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ غیر مستند اقوال کے پائے جانے کے بعد بھی یہ کتابیں کلیۃً غیر مستند نہیں ہو جاتیں۔ بالکل اسی طرح مقابیس المجالس میں قادیانیوں کے بارے میں قول غیر مستند ہو تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو جاتا ہے کہ ساری کتاب ہی غیر مستند ہو جاتی ہے؟ لہٰذا جواب لکھنے سے پہلے اپنے اصولوں اور ضابطوں کا پتا ہونا چاہئے کہ کہیں جو میں لکھ رہا ہوں میرے ہم مسلک ہی تو میرے خلاف نہیں ہیں۔

اس تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مقابیس المجالس مستند کتاب ہے۔ اگر تحریف کا دعوی ہے تو رضا خانی اصل مسودہ مصنف سے دکھائے۔ نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ تحریف ہوئی ہے تو زیر بحث عبارت میں تحریف کا ثبوت دیں۔ تیسری چوتھی عبارات سے اس جواب کا کیا علاقہ؟ اور تحریف ہوئی بھی ہے تو صرف قادیانیوں کے متعلق بات کے مقام پر جیسا

کہ علما صراحت کر چکے۔ نیز ایک غیر مستند قول کے پائے جانے کے بعد بھی مقابیس المجالس معتبر ہی رہے گی۔"

(کشف الخذاع)

پرانی تاویل اور اسکا رد

حدائق الحنفیہ، رسالہ تحقیق المسائل وغیرہ کتب کے حوالے سے علماء دیوبند کی حیثیت بریلوی علماء کی نظر میں دکھائی گئی تھی۔ اس پر بریلوی یہ تاویل کرتا ہے کہ یہ سب تعریفیں قبل از اطلاع کی ہیں۔
(دیکھئے صفحہ ۶۲، ۶۳)

الجواب

رضاخانی کی اس تاویل کا رد بھی اسی کشف الخذاع میں کر دیا گیا تھا مگر نہ جانے یہ کیسے کشف الخذاع کا رد کرنے نکلے ہیں۔
چنانچہ ہم یہاں کشف الخذاع سے اس تاویل کا رد پیش کیے دیتے ہیں۔

"تعریف عدم واقفیت کی بنیاد کا پنکچر

قارئین! اب رہا جناب کا یہ کہنا کہ مولانا نانوتویؒ کی تعریف عدم واقفیت کی بنیاد پر کی گئی ہے تو ہم جناب سے سوال کرتے ہیں کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ مولانا **جہلمی** صاحب نے تقویۃ الایمان پر تنقید عدم واقفیت کی بنیاد پر کی ہو۔ اگر ادھر عدم واقفیت کی بنیاد پر تعریف کی جا سکتی ہے تو ادھر عدم واقفیت کی بنیاد پر تنقید بھی تو کی جا سکتی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی اپنی مرضی کی عبارت ہو تو آنکھیں بند کر کے قبول کر لو اپنے مرضی کے خلاف بات آئے تو عدم واقفیت کا پنکچر لگا دو۔ جب کہ یہ عدم واقفیت کا قول خود آپ کے گھر والوں کو بھی تسلیم نہیں ہے بلکہ جو عدم واقفیت کا پنکچر جناب نے لگایا ہے اس پنکچر کے سبب بھی جناب پر تین عدد فتاوی جات ان کے گھر سے ہی لگ جاتے ہیں۔
چنانچہ اجمل سنبھلی لکھتا ہے:

اب باقی رہا مصنف کا قول کہ علما حرمین شریفین نے اعلی حضرت قدس سرہ کی شان میں جو الفاظ مدح لکھے وہ قبل از واقفیت لکھے تو اس عقل کے دشمن سے دریافت کرو کیا ناواقفیت میں کوئی کسی کے لیے ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ کسی کی تعریف واقفیت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے لیکن مصنف نے جو لکھا وہ اس کی دلی عداوت اور قلبی بخارات کی ترجمانی ہے۔

[ردشہاب ثاقب ص۳۹]

لیجئے جناب کا پنکچر لگانا کہ تعریف عدم واقفیت کی بنا پر کی ہے۔ تو اس پر عرض یہ ہے کہ تعریفیں واقفیت کی بنیاد پر ہوتی ہیں لہذا اور جو اس کو نہ مانے ان پر تین فتوے اجمل سنبھلی صاحب لگاتے ہیں۔

۱) عقل کے دشمن ہیں

۲) دلی عداوت کا شکار

۳) قلبی بخار کا شکار

لیجئے آپ کی تاویل پر اپنے مفتی کے فتاوی جات سمیت لیجئے۔

آخری بات

آج آپ یہ جو تاویلیں کرتے پھر رہے ہیں کہ تعریف عدم واقفیت کی بنا پر کی گئی ہیں تو آپ علماء دیوبند کی جن عبارات کو مولوی احمد رضا کے متعلق پیش کرتے ہیں تب آپ کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ یہاں بھی تعریف عدم واقفیت کی بنا پر ہو سکتی ہے ؟"

(کشف الخداع)

فیض احمد گولڑوی اور رضاخانی

فیض احمد گولڑوی کے حوالے سے کہتا ہے کہ

"ہمارے مسلک میں یہ پوزیشن نہیں کہ ان کا دفاع کیا جائے۔ ان کی کوئی بات ہم پر حجت نہیں۔"

(صفحہ ۶۳)

الجواب

یہ بات لکھتے وقت جناب کو اپنی دوسری کتاب کا حوالہ بھی یاد ہوتا مگر اے کاش!

جناب کا خود کا اصول ہے کہ اگر کسی کی ایک بات ماننی ہے تو اس کی دوسری باتوں سے بھی موافقت کرنی پڑے گی۔

(ملخصاً کنز الایمان اور مخالفین جلد ۲)

لہذا اپنے اصولوں پر کار بند رہیں اور ویسے بھی عبد المجید سعیدیؒ کے نزدیک بریلوی ہونے اور تم لوگوں پر حجت ہونے کے لیے کسی کا بریلوی اور ہم مسلک ہونا ہی کافی ہے۔

(دیکھئے مناظرہ رفع الیدین)

لہذا یہ تاویل بھی بے کار ہے۔

(جاری ہے)

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

تبصرہ کتب

نوٹ: تبصرہ کیلئے مدیر اعلیٰ کے ایڈریس پر کتاب کے دو عدد نسخے بھیجنا ضروری ہے۔

تبصرہ بر کتاب "شمس الرحمٰن بجواب نجم الرحمٰن"

کتاب کا نام: شمس الرحمن بجواب نجم الرحمن۔

صفحات: 435

مولف: مناظر اہل سنت حضرت مولانا نعمت اللہ نقشبندی صاحب

کتاب شمس الرحمٰن دراصل مفتی غلام محمود سلپانوی کے کتاب نجم الرحمٰن کا جواب ہے جو اس نے علم غیب کے موضوع پر لکھا تھا اور پورا کتاب رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ کے خلاف لکھا ہے وقت کے مرور پر ناشرین نے کتاب کے ساتھ جو زیادتیاں کی ہے مولانا نعمت اللہ صاحب نے ان پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کتاب میں مولانا نے یہ بات بہت جاندار دلائل سے ثابت کیا ہے کہ عام بریلوی حضرات اور نجم الرحمن والے صاحب کے نظریہ علم غیب میں بون بعید ہے جو اس کتاب کے مطالعہ کے دوران خوب واضح ہو جائے گا۔ اس کتاب میں بعض باتیں بہت اہم ہے مثلاً حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ کا خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے ساتھ کس طرح کا تعلق تھا، اور اس بات کی طرف کتاب میں درج تاثرات میں مولانا ہدایت اللہ نقشبندی صاحب نے بھی اشارہ کیا ہے۔

نجم الرحمٰن کے تحریفات اس کتاب میں خوب واضح کیے گئے ہیں ایک مثال تحریر کیا جاتا ہے کہ

> " مفتی غلام محمود پپلانوی نے اپنے استاد شیخ الہند رحمہ اللہ کے نام کے ساتھ کلمہ ترحیم لکھا تھا لیکن مولانا کے بیٹے نے کلمہ ترحیم کی بجائے نیے ایڈیشن میں لعنت اللہ کے الفاظ لکھے ہے معاذ اللہ۔
>
> (شمس الرحمٰن صفحہ 28)

لفظ توحید پر مولانا نے خوب قلم کو حرکت دی ہے اور بریلویوں کا توحید کے ساتھ دشمنی کو خواب واضح کیاہے،اور مزید یہ کہ بریلوی جس توحید کے قائل ہیں ان ہی کے کتابوں سے ثابت کیاہے کہ یہ حضرات احمد رضاخان صاحب کو خدا مانتے ہیں مثلاً **نغمۃ الروح** سے حوالہ دیاہے کہ

یہ دعاہے یہ دعاہے یہ دعا، تیرا اور سب کا خدا احمد رضا۔

(شمس الرحمٰن صفحہ 31)

اسی طرح بریلوی اصولوں سے ثابت کیاہے کہ بریلوی ہی اہل بدعت ہیں۔ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رضاخان کے عبارات لائے ہیں کہ اہل بدعت ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں پھر بریلویوں کے ایک دوسرے پر کئی تکفیری فتوے پیش کیے ہیں تو بانگ دہل ثابت کیاہے کہ بریلوی اپنے اصولوں سے بدعتی ہیں۔اسی طرح مولانا احمد رضاخان علم غیب کلی کے مدعی ہے جبکہ مفتی فضل الرحمن بندیالوی اور ان کے تلامذہ بعض علم غیب کے قائل ہیں تو یہ حضرات عقیدہ علم غیب میں بانی ملت بریلویہ کے مخالف ہیں پھر بریلوی عبارات پیش کیے ہیں کہ جو احمد رضا کے مخالف ہو وہ کافر ہیں تو صغری کبری ملا کہ یہ نتیجہ نکالتاہے کہ یہ حضرات کافر ہیں،ایک اہم بات اس کتاب میں مولانا عبدالباری فرنگی کے حوالے سے موجود ہے کہ مولانا احمد رضاخان کے فتوؤں سے وہ کافر ہیں جبکہ مفتی فضل الرحمن کے تلامذہ ان کو امام المتاخرین مانتے ہیں تو ایک کافر کو امام المتاخرین کہنے والے خود کافر ہوئے بتصریح عبارات بریلویہ کے،باقی عبد الباری کے توبہ سے مولانا نعمت اللہ صاحب نے دو بہترین جوابات نقل فرمائے ہیں،اس کتاب کے اندر ایک اور عجیب بات آپ حضرات کو ملے گی اور وہ یہ کہ علم غیب کے حوالے سے پیر مہر علی شاہ صاحب کا عقیدہ بالکل بریلوی حضرات سے الگ تھلگ ہے مولانا نے یہ ثابت کیاہے۔اس کے علاوہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے متعلق بریلویوں کا غلیظ اور بازاری زبان بھی نقل کیاہے،نجم الرحمٰن میں مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے متعلق مناظرہ کی جو رویداد دو کتابوں سے نقل کیا گیاہے مولانا نے خوب اس کا پوسٹ مارٹم کیاہے اور مہر منیر میں مولانا الوانیؒ پر جو جھوٹ گھڑا گیاہے اس کا دندان شکن جواب دیاہے،کتاب میں مفتی فضل الرحمن کا نبوت کے متعلق گھڑے ہوئے عقاید کو سامنے لایاہے مثلاً وہ نبوت کی تقسیم کے قائل ہیں نبوت ظاہرہ اور نبوت باطنہ کی طرف پھر موسیٰؑ اور خضرؑ کی جو گستاخیاں کی ہیں ان پر بھی تفصیل سے کلام کرچکاہے،مناظرہ سلانوی کے متعلق مفتی فضل الرحمٰن کے تلامذہ نے جو جھوٹ گھڑا ہیں مولانا نے **فوز المقال فی خلفاء پیر سیال** کتاب کے حوالے سے دیوبندیوں کا فتح ثابت کیاہے اور یہ بھی لکھاہے کہ قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ اس مناظرے

سے اتنا متاثر ہوئے تھے کہ اپنے بیٹے قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کو دورۂ حدیث شریف کے لئے دار العلوم دیوبند بھیجا۔

مقدمة الكتاب میں علم غیب کی تعریف، اس پر قرآنی وحدیثی دلائل کے علاوہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب، امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا مذہب، مجاہد ابن جبیر رحمہ اللہ اور ابن جریر رحمہ اللہ اور صوفیاء کرام میں حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا مذہب پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ کے لیے علم غیب ثابت نہیں۔

تمہید میں علمائے دیوبند کا عقیدہ در بارہ علم غیب بڑی صراحت کے ساتھ تحریر کیا ہے، اس کے علاوہ کتاب میں درجہ ذیل عنوانات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے جو اس کتاب کا خاصہ ہے۔

رضاخانی علماء کی حضرت آدمؑ کی گستاخی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی پر بریلوی علماء کا وار اور ان کی توہین، علم غیب اور انباء الغیب میں فرق، بریلوی عقیدہ کہ نبیؐ معاذ اللہ خدا بھی ہے اور خدا کے فرزند بھی، بریلویوں کی شیطان سے محبت، بریلویوں کا کفر ابو منصور رحمہ اللہ اور پیر مہر علی شاہ اور مولوی نقی علی خان پر فتویٰ کفر، تنقیص رسول اور بریلوی حضرات، صحابہ کرام کی توہین اور گستاخیاں بریلوی حضرات کی، تحریف قرآن اور بریلوی حضرات، کلام نفسی اور لفظی سے صاحب نجم الرحمٰن کا انکار، علماء بریلویہ کی شیخ عبد القادر جیلانی کی توہین۔

یہ موٹے موٹے موثر عناوین ہے اس کے ذیل میں مولانا نے بے شمار عنوانات پر تفصیلی کلام کیا ہے جو سالکین علم حضرات کے لیے سرمہ بصیرت ہیں خصوصاً وہ حضرات جو احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام پاتے ہیں ان کے لیے درة يتيمة کا مصداق ہے شائقین حضرات جلد از جلد اس کتاب کو اپنے مکتبہ کا زینت بنائے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف مولانا نعمت اللہ نقشبندی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے اور دین کی سربلندی کے لئے ان کو عمر نوح سے نوازیں۔

کتاب دار النعیم لاہور سے چھپی ہے حصول کے لیے مولانا نعمت اللہ نقشبندی صاحب سے رابطہ کریں۔

رابطہ نمبر:03049293557

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: شہید ختم نبوت حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

۳: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمہ اللہ

۴: امین ملّت علامہ محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

۵: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنّۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409